عقائد اہلسنّت پر سندھ کے مشہور عالم دین کی کتاب

کشف مبہم مشکلات

فارسی، اردو

مجمع البرکات، منبع الکرامات

حضرت مخدوم الحاج فضل اللہ پانائی حنفی قدس سرہ

۱۲۲۴ھ / ۱۲۹۰ھ

۱۸۰۹ء / ۱۸۷۳ء

ترجمہ و تقدیم

حضرت علامہ مفتی محمد عبداللہ فہیمی سندھی مدظلہ
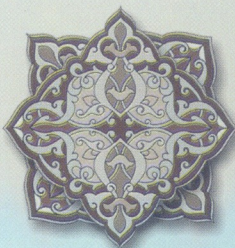
جمعیّت اِشاعت اہلِسُنّت پاکستان

نور مسجد کاغذی بازار کراچی ۷۴۰۰۰

عقائد اہلسنت پر سندھ کے مشہور عالم دین کی کتاب

کشف مبہم مشکلات

(فارسی، اردو)

مجمع البرکات، منبع الکرامات

حضرت مخدوم الحاج فضل اللہ پاٹائی حنفی قدس سرہ

۱۲۲۴ھ-۱۸۰۹ء / ۱۲۹۰ھ-۱۸۷۳ء

ترجمہ و تقدیم

حضرت علامہ مفتی محمد عبد اللہ فہیمی سندھی مدظلہ

ناشر

جمعیت اشاعت اہل سنت (پاکستان)

نور مسجد، کاغذی بازار میٹھادر، کراچی،

فون: +922132439799

نام کتاب : کشف مبہم مشکلات

تالیف : حضرت مخدوم الحاج فضل اللہ پاٹائی قدس سرہ

ترجمہ و تقدیم : حضرت علامہ مفتی محمد عبداللہ فہیمی سندھی مدظلہ

سنِ اشاعت : جنوری ۲۰۱۵ء / ربیع الاوّل ۱۴۳۶ھ

تعداد اشاعت : ۳۸۰۰

جمعیت اشاعت اہل سنت

نور مسجد، کاغذی بازار میٹھادر، کراچی

فون: +922132439799

خوشخبری: یہ کتاب اس ویب سائٹ پر بھی ہے:

www.ishaateislam.net

پیش لفظ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

زیر نظر رسالہ مخدوم فضل اللہ پاٹائی حنفی علیہ الرحمہ متوفی ۱۲۹۰ھ / ۱۸۷۳ء کی تحریر ہے، جو سلسلہ سہروردیہ کے بانی حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمہ کی اولاد میں سے تھے۔ آپ سندھ کے مشہور علمی خانوادے سے تعلق رکھتے تھے اور خود بھی اپنے وقت کے بہت بڑے عالم اور مفتی تھے۔ آپ کے دور میں بھی کچھ لوگ اہلسنّت کے ساتھ جن مسائل میں نزع کرتے تھے جیسے اذان میں انگوٹھے چومنا، میلاد النبی اور گیارہویں شریف، یارسول اللہ اور یاغوث اعظم پکارنا، دعامیں توسّل اور ایصال ثواب وغیرہا تو آپ نے اپنے وقت میں اُن منکرین کا خوب ردّ فرمایا، جو اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ سندھ میں اسلام کی آمد سے لے کر آپ کے زمانہ تک کے مسلمانوں کے عقائد و نظریات وہی تھے جن کی تصریح مخدوم علیہ الرحمہ نے فرمائی ہے۔

یہ رسالہ فارسی زبان میں تھا پھر اس کا برادرم حضرت علامہ مفتی خلیل احمد صاحب ویہرائی نے سندھی زبان میں ترجمہ کیا، پھر مخدوم محمد سلیم اللہ صاحب کی فرمائش پر حضرت علامہ مولانا مفتی عبد اللہ فہیمی صاحب نے اس کا اردو زبان میں ترجمہ کیا، جسے ادارہ جمعیت اشاعت اہلسنّت، پاکستان اپنے سلسلہ اشاعت کے ۲۴۹ ویں نمبر پر شائع کرنے کا اہتمام کر رہا ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ مؤلف، مترجم اور اراکین ادارہ کی اس کاوش کو قبول فرمائے۔ آمین

محمد عطاء اللہ نعیمی عفی عنہ

(خادم الحدیث والافتاء جمعیت اشاعت اہلسنّت، پاکستان)

فہرستِ مضامین

مقدمہ

تعارف مخدوم فضل اللہ پاٹائی

سلسلۂ نسب:

حضرت علامہ مخدوم فضل اللہ پاٹائی علیہ الرحمۃ کا سلسلۂ نسب حضرت شیخ الشیوخ عمر شھاب الدین صدیقی سہروردی علیہ الرحمۃ سے ہوکر خلیفۂ اول حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تک اڑتیسویں پشت میں ملتا ہے۔ جس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

حضرت مخدوم فضل اللہ پاٹائی صدیقی بن مخدوم عبد الواسع بن مخدوم محمد حسن قاري بن مخدوم قاضی دین محمد بن مخدوم مفتی الاسلام فخر الدین عبد الواحد کبیر بن محمود بن شیخ عیسی ثانی پاٹائی برھانپوری بن شیخ قاسم پاٹائی بن شیخ شھاب الدین پاٹائی بن مسیح الاولیاء شیخ عیسی عین المعانی بن شیخ سراج الدین بن شیخ وجیہ الدین بن شیخ مسعود بن شیخ رضی الدین بن شیخ قاسم بن شیخ محمد معروف بن احمد عماد الدین بن شیخ ابی حفص عمر بن شھاب الدین سہروردي کبیر (سلسلہ سہروردیہ کے بانی) اولادِ سیدنا ابي بکر الصدیق رضی اللہ تعالی عنہ۔

مخدوم صاحب کے اجداد کی سندھ میں آمد:

جیسا کہ حضرت مخدوم فضل اللہ پاٹائی علیہ الرحمۃ صدیقی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں، آپ کے اجداد "حجاز" میں رہتے تھے۔ پھر تبلیغِ اسلام کے لئے "بغداد" تشریف لے آئے۔ آپ کے جد امجد شیخ الشیوخ عمر شھاب الدین سہروردی (ولادت:

۵۳۹ھ، وفات: ۶۳۲ھ) بھی بغداد کے رہائش پذیر تھے۔ جب ہلاکو خان کی تباہی کی وجہ سے ایران و عراق کا علاقہ اِس خاندان کے لئے غیر محفوظ ہو گیا، تب آپ کے خاندان والوں نے ہجرت فرمائی۔ حضرت غوث بہاء الدین ذکریا ملتانی، حضرت شیخ الشیوخ عمر شہاب الدین سہروردی کے خاص خلیفہ تھے، اِسی لئے اِس خاندان نے بغداد ثانی "ملتان" کے طرف ہجرت کرنے کا ارادہ فرمایا۔

سب سے پہلے یہ خاندان "کوٹ کروڑ" میں رہائش پذیر ہوا۔ مگر تبلیغ و تعلیم کی اشاعت کی وجہ سے اِس خاندان نے یہاں سے بھی ہجرت فرمائی اور مختلف جگہوں پر مدارس و خانقاہیں قائم کیں۔ تیرھویں صدی عیسوی سے پندرھویں صدی عیسوی تک سندھ پر "سومرا" اور "سموں" حکمرانوں کا دَور رہا۔ اِس دوران سُنی سہروردی اور شیعہ اسماعیلی سندھ اور ملتان پر چھائے ہوئے تھے۔ یہ بات مشہور ہے کہ جب "سموں" حکمرانوں کا دَور آیا تو اِس دَور کے آخری حکمران "جام نظام الدین سموں" (دَورِ حکومت: ۱۴۹۱ء تا ۱۵۱۷ء) نے بیرون ممالک سے سُنّی علماء کو بلا کر سندھ میں سُنی اسلامی تعلیم کی ترویج و اشاعت کے لئے کام کیا۔ اِس سلسلے میں "جام سموں" نے ملتان کے حاکم "سلطان حسین" سے حضرت شیخ شہاب الدین صدیقی ثانی (ولادت: ۸۰۳ھ، وفات: ۸۹۴ھ) کو طلب کیا۔ جس پر سلطان صاحب نے حضرت شیخ شہاب الدین ثانی علیہ الرحمۃ کو سندھ کے طرف روانہ کیا۔ جب آپ کی سندھ میں آمد ہوئی تو جام نظام الدین نے آپ کو "پاٹ" بطور جاگیر نذر دیا۔ جہاں آپ نے مدرسہ اور سلسلۂ سہروردی کا مرکز قائم کیا۔

یہ صدیقی خاندان کے پہلے بزرگ تھے جو سندھ میں آکر رہائش پذیر ہوئے، اور آپ علیہ الرحمۃ ہی کو "پاٹ شہر" کا بانی کہا جاتا ہے۔ پھر مخدوم شہاب الدین ثانی کا خاندان زمانے کے گردش کے سبب مختلف جگہوں پر رہائش پذیر رہا۔ آپ کے خاندان میں سے بعض "برھان پور (انڈیا)" چلے گئے جن میں شیخ عیسیٰ جند اللہ علیہ الرحمۃ بھی شامل ہیں، تو بعض "سیوہن شریف (سندھ)" میں رہائش پذیر ہوئے جن میں مخدوم دین محمد صدیقی (حضرت مخدوم فضل اللہ پاٹائی کے پڑدادا) شامل ہیں۔ اس کے علاوہ باقی خاندان "پاٹ" شہر میں ہی سکونت پذیر رہا۔

مخدوم فضل اللہ کی ولادت:

حضرت مخدوم دین محمد صدیقی علیہ الرحمۃ (ولادت: ۱۱۱۳ھ، وفات: ۱۱۹۲ھ) کلھوڑہ دَورِ حکومت میں پاٹ شہر سے ہجرت کر کے سیوہن شریف میں رہائش پذیر ہوئے۔ کلھوڑہ حکمرانوں کے طرف سے مخدوم دین محمد صدیقی علیہ الرحمۃ مذہبی اُمور کے وزیر اور مفتی مقرر ہوئے۔ اِسی علمی خاندان کے ایک متوکل، پرہیزگار، درویش صفت فرد، حضرت مخدوم عبد الواسع صدیقی علیہ الرحمۃ کے گھر حضرت مخدوم فضل اللہ پاٹائی کی سنہ ۱۲۲۴ھ میں ولادت ہوئی۔

تعلیم و تربیت:

آپ علیہ الرحمۃ بچپن سے ہی درویش طبیعت، اعلیٰ اخلاق، اعلیٰ اخلاص کے حامل تھے۔ آپ علیہ الرحمہ نے ابتدائی تعلیم اپنے پڑدادا مخدوم دین محمد صدیقی کے قائم کردہ مدرسہ میں حاصل کی۔ آپ نے وہاں قرآن مجید حفظ کیا۔ پھر فارسی و عربی کی تعلیم

اپنے چچا جان مخدوم محمد عارف صدیقی سیوہانی علیہ الرحمہ سے حاصل کی جو اُس وقت نعمانِ ثانی حضرت مخدوم عبد الواحد سیوستانی علیہ الرحمۃ الربانی، صاحب "فتاوای واحدی" (ولادت: ۱۱۵۰ھ، وفات: ۱۲۲۴ھ) کے جانشین اور سیوہن شریف کے سب سے بڑے عالم اور قاضی تھے۔ پھر مخدوم فضل اللہ علیہ الرحمہ نے مزید تعلیم ضلع "نواب شاہ" کے ایک گاؤں "کنیاری" میں سندھ کے ایک مشہور عالم محدِّث فقیہ مخدوم عبد الکریم مٹیاری علیہ الرحمہ کے شاگردِ خاص حضرت مخدوم محمد یوسف نقشبندی علیہ الرحمہ سے حاصل کی۔

باطنی تعلیم:

مخدوم فضل اللہ پاٹائی علیہ الرحمہ نے فقط ظاہری تعلیم پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ اپنے استاد مخدوم محمد یوسف علیہ الرحمہ کی خدمت میں رہ کر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت ہوئے اُس کے بعد خوب ذِکر و فکر، مراقبہ، مجاہدات کر کے خرقہء خلافت بھی حاصل کیا۔ یاد رہے کہ حضرت مخدوم محمد یوسف علیہ الرحمہ، حضرت مخدومحمد اسماعیل "وسین شریف والے" کے خلیفہ تھے، اور آپ علیہ الرحمہ شیخ الاسلام حضرت مخدوم فقیہ محدِّث مفسِّر قاری محمد ہاشم ٹھٹوی علیہ الرحمہ (ولادت: ۱۱۰۴ھ، وفات: ۱۱۷۴ھ) کے پوتے حضرت مخدوم محمد ابرہیم مڈئی والے کے خلیفہ تھے۔

درس و تدریس اور پاٹ شریف کے طرف ہجرت:

حضرت مخدوم فضل اللہ پاٹائی علیہ الرحمہ اپنے کامل استاد اور شیخ سے ظاہری و باطنی فیض حاصل کرنے کے بعد اپنے پڑدادا مخدوم دین محمد سیوہانی علیہ الرحمہ کے قائم کردہ

مدرسہ میں بحیثیت استاد مقرر ہوئے۔ اور اپنے استاد مخدوم محمد عارف علیہ الرحمہ کے زیر سایہ درس و تدریس شروع کیا۔ آپ نے بڑی محنت سے تدریس میں وہ کمال حاصل کیا کہ آپ کی شہرت آس پاس کے علاقوں میں پھیل گئی۔ آپ کے اِس دَور میں آپ کے اجداد کا قائم کردہ "پاٹ شہر" علمی و اخلاقی لحاظ سے کمزور ہو گیا۔ پھر یہ بات طئے ہوئی کہ حضرت مخدوم فضل اللہ پاٹائی کو سیوہن سے نقل مکانی کروا کر پاٹ شہر بھیجا جائے۔ تب آپ علیہ الرحمہ نے اپنے دو شاگرد دو بھتیجے مخدوم حاجی حسن اللہ اور مخدوم میاں رزق اللہ کو ساتھ لیکر پاٹ شہر میں "مدرسہ فضل اِلٰہیہ" قائم کیا۔ آپ نے ابتدا میں ظاہری تعلیم و تدریس پر توجہ دی جس کے سبب آپ کو ہر طرف سے شہرت ملی۔ جب آپ کا آخری وقت آیا تو آپ نے باطنی تعلیم کی ترویج کے طرف بھی توجہ دی اور پاٹ شہر میں "خانقاہِ فضل اِلٰہیہ" بھی قائم کیا۔ اور اِس خانقاہ سے کثیر خلقِ خدا نے فیض حاصل کیا۔

تصنیف و تالیف:

حضرت مخدوم فضل اللہ پاٹائی علیہ الرحمہ نہ فقط اعلیٰ درجے کے مدرِّس اور کامل ولی تھے بلکہ آپ بے مثال مُصنِّف بھی تھے۔ آپ نے اپنی زندگی میں درس و تدریس، ذکر و تسبیح، طلباء و فقراء کی تربیت، اہل و عیال کی اصلاح اور روزمرہ کی دیگر ضروریات سے فراغت کے بعد کچھ وقت نکال کر تصنیف و تالیف کا کام بھی جاری رکھا۔ آپ کی تصانیف سے سماجی، معاشی، معاشرتی، مذہبی، روحانی اور اخلاقی رجحانات کی نشان دہی ہوتی ہے۔ اگر ہم آپ علیہ الرحمہ کی تحریر کے جانب دیکھتے ہیں تو آپ ہمیں

ایک مُصلِح اور خیر خواہ کی صورت میں نظر آتے ہیں۔ آپ اپنے معاشرے میں اخلاقی و روحانی انقلاب چاہتے تھے۔

آپ کی تصانیف زیادہ ہیں مگر اُن میں سے جو مشہور ہوئیں وہ یہ ہیں:

(۱) اصلاح المصلح والمفتاح (۲) وحدت نامہ (۳) زیور نامہ

(۴) ترتیب الصلاۃ (۵) اربعین احادیث (۶) مجاز نامہ

(۷) ساموںڈی سوداگر (۸) نکاح نامہ (۹) معجزہ

(۱۰) تصوف نامہ، (۱۱) بیاض فضلی: آپ علیہ الرحمہ کی یہ تصنیف عربی، فارسی، سندھی اور اُردو زبان میں ہے، اور اِس کتاب میں شرعی و فقہی مسائل سوال و جواب کی صورت میں مذکور ہیں۔

(۱۲) زکوٰۃ نامہ (۱۳) **الحق الاظہار للظہر فی القریٰ و الأمصار:** یہ تصنیف عربی زبان میں ہے اس کتاب میں آخر ظہر کے متعلق بحث ہے، اور دلائلِ قویّہ سے ثابت کیا گیا ہے کہ جمعۃ المبارک کی نماز کے بعد آخرِ ظہر پڑھنا ضروری ہے۔

(۱۴) **اللمحۃ فی اثبات آخر الظہر بعد الجمعۃ:** یہ بھی عربی زبان میں ہے، اِس کتاب میں آخرِ ظہر کے متعلق بحث ہے، اور آپ نے اپنی اِس تصنیف میں علامہ عبد الغنی کی تحریر کا رڈ کیا ہے۔

(۱۵) غزلیات (۱۶) کشف مبہم مشکلات۔ یہ وہ تصنیف ہے جو آپ کے ہاتھوں مین ہے۔

شاعری:

مخدوم علیہ الرحمہ کو شعر و شاعری کا فن اپنے آباء و اجداد سے وراثۃً ملا۔ آپ کے والد گرامی مخدوم عبد الواسع علیہ الرحمہ بھی ایک اچھے شاعر تھے اور اُن کا تخلص بھی "شاعر" تھا۔ مخدوم فضل اللہ پاٹائی عربی، فارسی اور سندھی زبان میں شعر کہے۔ درگاہ کھیاری شریف کی مسجد میں کتبے پر بھی آپ کے اشعار لکھے ہوئے ہیں۔ اور اپنے استاد و مرشد مخدوم محمد یوسف علیہ الرحمہ کی رحلت پر آپ نے مرثیے لکھے۔ آپ کا تخلّص "فضل اللہ" اور "فضلِ اِلٰہ" اور "فضل" تھا۔

شادی اور اولاد:

مخدوم فضل اللہ پاٹائی علیہ الرحمہ نے اپنے استاد مخدوم محمد عارف سیوہانی علیہ الرحمہ کی بیٹی اور مخدوم عبد الواحد سیوستانی علیہ الرحمہ کی نواسی سے عقد نکاح کیا۔ جو ایک عابدہ، زاہدہ، تہجد گذار عورت تھی۔ آپ کی اولاد میں ایک بیٹا مخدوم نظام الدین اور ایک بیٹی شامل ہیں۔ مخدوم نظام الدین اپنے والد کی طرح درویش صفت، عالم با عمل، واقفِ رموز طریقت و حقیقت و معرفت ہونے کے ساتھ ساتھ صاحبِ تصانیف بھی تھے۔

وصال باکمال:

یہ خورشید علم و عرفان، مرجع خاص و عام یادِ خالق اور خدمتِ مخلوق میں اپنی زندگی بسر فرما کر سنہ ۱۲۹۴ھ میں اِس فانی جہان کو الوداع کہہ کر ﴿ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً﴾ کی بشارت سے اپنے حقیقی محبوب ربّ ذو الجلال و الاکرام سے ملے۔ وفات

کے وقت آپ کی عمر مبارک ۷۰ سال تھی۔ آپ کا مزار پر انوار پاٹ شریف ضلع دادو میں درگاہ شریف کی مسجد سے متّصل ہے اور آپ کے مزار پر عالیشان گنبذ بھی بنا ہوا ہے۔

کچھ اِس رسالے کے متعلق

یہ رسالہ "کشف مبہم مشکلات" جو آپ کے ہاتھوں میں ہے، حضرت مخدوم فضل اللہ پاٹائی علیہ الرحمہ نے کسی سائل کے سوال کرنے پر سن ۱۲۷۸ھ میں تصنیف فرمائی، جیسا کہ آپ نے رسالے کی ابتدا میں فرماتے ہیں:

گشت نام ایں رسالہ "کشف مبہم مشکلات"

نام باسالش موافق، اسم بر رسمش گواہ

یعنی، اِس رسالے کا نام "کشف مبہم مشکلات" ہے اس کا نام سنِ تصنیف کے موافق ہے اور نام، موضوع پر گواہ ہے۔

ابجد کے حساب سے "کشف مبہم مشکلات" کے اعداد ۱۲۷۸ بنتے ہیں۔ یہ رسالہ عقائد کے موضوع پر لکھا گیا ہے۔ حضرت مخدوم صاحب نے اپنے اس رسالے میں وہ نو (۹) مسائل حل کیے ہیں جن میں سُنّی (بریلوی) اور وہابی دیوبندی و غیر مقلّدین (اہلِ حدیث) کے مابین اختلاف ہے۔ جیسا کہ اذان میں حضور پُر نور ﷺ کا اسم گرامی سُن کر انگوٹھے چُومنا، میلاد منانا و گیارویں کرنا، یارسول اللہ ﷺ اور المدد یا غوث اعظم پکارنا، انبیاء و اولیاءِ سے مدد طلب کرنا، تقلید کرنا، وسیلہ لینا، ایصالِ ثواب کرنا، رسول

اللہ ﷺ کی شفاعت طلب کرنا۔ اور یہ اُمور وہابیہ کے نزدیک شرک اور ناجائز ہیں، جبکہ سُنّی اِن کو جائز اور باعثِ ثواب سمجھتے ہیں۔ حضرت مخدوم فضل اللہ پاٹائی علیہ الرحمہ ایک مقلّد اوز بے ریا عالم تھے، اور سلسلہ کے قائد کی حیثیت سے اپنے اوپر لازم سمجھ کر اُس وقت یہ رسالہ لکھا جب سندھ میں وہابیہ نے نئے نئے عقائد ایجاد کئے تھے۔ ان (وہابیوں) کی تبلیغ سے سیدھے سادھے ان پڑھ مسلمان حیران ہوتے تھے کہ یہ لوگ ان باتوں سے ہمیں منع کرتے ہیں جو سندھ میں علماء سے منقول ہیں۔ تب حضرت مخدوم فضل اللہ پاٹائی علیہ الرحمہ نے عوامِ اہلسنّت کو وہابیہ کے عقائد سے آگاہ کرتے ہوئے عقائد صیحہ کو واضع کر کے اس رسالے میں بیان فرمایا ہے۔

اِس کتاب کے چار قلمی نسخے پیر خلیل احمد اشرفی ازہری مدظلہ العالی کے پاس موجود ہیں۔

جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

پہلا نسخہ (الف):

یہ نسخہ سب سے قدیم ہے مصنف علیہ الرحمہ کی تصنیف کے بعد چھ (۶) سال بعد سنہ ۱۸ شوال المکرم ۱۲۸۵ھ میں نقل ہوا۔ اس نسخے کے کاتب علامہ خان محمد بن الھداد ساکن بوبک ہیں۔ اس نسخے کا خط نستعلیق ہے، اور الفاظ صاف ہیں۔ اور اِس کا سائز ۱۱/۱۵ ہے، اور یہ نسخہ ۲۱ صفحات پر مشتمل ہے، اور ہر ایک صفحہ میں ۱۴ سطریں ہیں، اور ہر ایک سطر میں تقریباً ۱۵ سے ۱۷ الفاظ ہیں۔

دوسرا نسخہ (ب):

اِس نسخے کی کتابت ۴ شعبان المعظم ۱۳۴۳ھ میں ہوئی ہے۔ اِس نسخے کے کاتب علامہ محمد موسیٰ کھوکھر ہیں، اس نسخے کا خط بھی نستعلیق ہے، اور الفاظ صاف ہیں۔ اور اِس کا سائز ۳۰/۱۶ ہے، اور یہ نسخہ ۱۱ صفحات پر مشتمل ہے، اور ہر ایک صفحہ میں ۲۵ سطریں ہیں، اور ہر ایک سطر میں تقریباً ۱۷ سے ۱۹ الفاظ ہیں۔

بسم الله الرحمن الرحيم

تیسرا نسخہ (ج):

اِس نسخے کے کاتب علامہ عبد العزیز نعیمی ہیں۔ اور سن کتابت ۱۰ رمضان المبارک ۱۴۰۰ھ ہے۔ اس نسخے کا خط بھی نستعلیق ہے، اور الفاظ صاف ہیں۔ اور اِس کا سائز ۱۸/۲۶ ہے، اور یہ نسخہ ۱۶ صفحات پر مشتمل ہے، اور ہر صفحہ میں ۲۱ سطریں ہیں، اور ہر ایک سطر میں تقریباً ۱۴ سے ۱۸ الفاظ ہیں۔

(۱)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رب یسر ولا تعسر وبک نستعین توکلت علیک وتمم بالخیر
حامدا ومصلیا ومسلما میگوید احقر العباد فضل اللہ سیوستانی عفی اللہ ذنوبہ وستر عیوبہ
این رسالہ ایست محتوی بر چند مسؤلات بعد اجوبہ منقولات کہ باستدعائی سائلی بقید تحریر وحسن
تحریر آمدہ ، ربامی بہ کشف مسئولات مبہم شد مجاب اجوبات ہو گشت نام این رسالہ کشف
مبہم مشکلات ، ہر نام باسائش موافق اسم بر رسمش گواہ ، ہر تحفہ ارباب علم وہدیہ اہل نجات
وبتوفیق اللہ تعالی این نہ طباق مسؤلات را در اطباق اجوبہ منقولات مطوی ساختہ و
عروسان عبارات عربیہ را بہ پیرایش حلہ پارسی پیراستہ واللہ الموفق والمعاف ۔
المسئول الاول ، بوقت شنیدن اشہد ان محمدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم در اذان ہر دو نر انگشتان
بر چشمان نہادن وبوسیدن درست است یا مستحب یا مکروہ یا بدعت وحرام است ؟
المنقول در ریاض ہاشمی از مضمرات وفتاوی ناصری آوردہ کہ در وقت شنیدن شہادۃ ثانیہ
در اذان نہادن ہر دو انگشت بر چشمان سنت است ودر مفتوح الاوراد آوردہ باید کہ
درین وقت ہر دو انگشت شہادت بر چشمان نہد کہ از امیر المؤمنین علی رضی اللہ تعالی عنہ مروی
است کہ در وقت شہادت ثانیہ ہر دو سبابہ بر چشم می نہاد ومیگفت رضیت باللہ ربا وبمحمد
صلی اللہ علیہ وسلم رسولا وبالاسلام دینا الخ اندرین باب احادیث بسیار وارد است لیکن خالی از
ضعف نیست چنانچہ در تذکرۃ الموضوعات اکثر احادیث آوردہ وبیان ضعف نمودہ مگر حدیث
سابق از علی کرم اللہ وجہہ الکریم بلا بیان ضعف نقل کردہ ودر مقاصد الروایات آوردہ اما حدیث
مسح العینین بباطن سر انگشت وبوسیدن آن بوقت سماع اسم آنسرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم
از زبان مؤذن علماء میگویند کہ بصحت نرسیدہ وحکم بوضع این حدیث نیز نکردہ اند
بلکہ بعضے میگویند کہ در تجربہ آمدہ است کہ بوسیدن سر انگشت در این وقت بر چشم

چوتھا نسخہ (د):

اِس میں نہ کاتب کا نام ہے اور نہ ہی سنِ کتابت ہے، اس کا خط بھی نستعلیق ہے، اور الفاظ صاف ہیں۔ اور اِس نسخے کا سائز ۱۴/۲۴ ہے، اور یہ نسخہ ۱۸ صفحات پر مشتمل ہے، اور ہر صفحہ میں ۲۲ سے ۲۳ سطریں ہیں، اور ہر ایک سطر میں تقریباً ۱۲ سے ۱۴ الفاظ ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رب تعالیٰ کی حمد اور صلاۃ والسلام پڑھتے ہوئے احقر العباد فضل اللہ سیوستانی اللہ تعالیٰ اُس کے گناہوں کو بخش دے اور عیوب کی پردہ پوشی فرمائے۔ کہتا ہے کہ: یہ رسالہ چند سوالات بمع جوابات جو کسی سائل کی استدعا پر قیدِ تحریر اور حسنِ تقریر ہیں۔

مشکل سوالوں کو عجیب جوابات سے کھولا گیا ہے۔

اِس رسالے کا نام "کشف مبہم مشکلات" ہے۔

کتاب کا نام سال کے موافق ہے۔

اور نام سے ہی موضوع ظاہر ہے۔

علم والوں کے لیے تحفہ اور اہلِ نجات کے لیے ھدیہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اِس رسالے کو نو(۹) ترتیب وار سوالات کو اُسی تریب سے مُدلّل جوابات کے ساتھ تیار کیا ہے۔ اور عربی عبارات کی دلہن کو فارسی جوڑا پہنایا ہے۔ اور توفیق اللہ تعالیٰ دینے والا ہے اور وہی مددگار ہے۔

پہلا سوال:

اذان میں اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللہِ سُنتے وقت دونوں انگوٹھوں کو آنکھوں پر رکھنا اور چُومنا درست اور مباح ہے یا مستحب ہے یا مکروہ ہے یا بدعت و حرام ہے؟

جواب:

"بیاض ہاشمی" (۱) (۲) میں "مضمرات" (۳) اور "فتاوی ناصری" سے نقل کیا گیا ہے کہ: اذان میں شہادت ثانیہ (اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللهِ) سُنتے وقت دونوں انگوٹھوں کو آنکھوں پہ رکھنا سُنت ہے۔ اور "فتوح الأوراد" (۴) میں ہے کہ: دونوں شہادت والی انگلیاں آنکھوں پر رکھنی چاہییں۔ کیونکہ امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: شہادت ثانیہ (اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللهِ) سُنتے وقت دونوں شہادت والی انگلیاں آنکھوں پر رکھ کر یہ کہتے تھے: رَضِیْتُ بِاللهِ رَبًّا وَّبِمُحَمَّدٍ رَّسُوْلًا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا۔

---

(1) یہ کتاب امام فقیہ شیخ الاسلام محدّث مفسّر قاری مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی متوفیٰ ۱۱۷۴ھ کی تصنیف ہے، یہ کتاب آپ کے فتوی کا مجموعہ ہے، نہایت معتبر کتاب ہے، یہ کتاب چار ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے، یہ کتاب طبع شدہ نہیں ہے، اوراس کا عکس جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان کی لائبریری میں موجود ہے۔

(2) "بياض الهاشمي"، كتاب الصلاة، باب الأذان، فصل: في إجابة الأذان و الإقامة، ۱/ ق ۸۸.

(3) اس کتاب کا نام "جامع المضمرات و المشکلات" ہے اوراس کا مصنّف امام یوسف بن عمر کماروی حنفی (ت ۸۳۲ھ) ہے، یہ کتاب مختصر القدوری کی شرح ہے۔ دیکھیے: کشف الظنون، ۱/ ۵۷۴) اور یہ کتاب طبع شدہ نہیں ہے، اس کا ایک جلد کتاب النفقات تک جمعیت اشاعت اہل سنت کی لائبریری میں موجود ہے۔

(4) یہ کتاب شیخ عالم محدّث فتح محمد بن عیسیٰ بن قاسم سندھی برہانپوری کی تصنیف ہے، دیکھیے: نزہۃ الخواطر، ۵/ ۶۰۱، یہ کتاب طبع شدہ نہیں ہے۔

اِس باب میں احادیث کافی ہیں لیکن ضُعف سے خالی نہیں ہیں۔ چنانچہ "تذکرة الموضوعات" میں اکثر احادیث مذکور ہیں اور اُن کا ضُعف بھی بیان کیا گیا ہے۔ مگر سابق حدیثِ حضرت علی رضی اللہ عنہ والی ضُعف بیان کیے بغیر منقول ہے۔

"متانة الروایات"[۵] میں ہے کہ: اذان میں سرورِ کائنات ﷺ کا نام مبارک سُنتے وقت انگلیوں کا اندر والا حصہ یا انگوٹھے چومنے والی حدیث کے بارے میں علماء فرماتے ہیں کہ: وہ احادیث درجہ صحت کو نہیں پہنچیں۔ اِس حدیث کے موضوع ہونے کا حکم بھی نہیں کیا ہے۔ بلکہ بعض کہتے ہیں کہ: تجربہ سے یہ بات ثابت ہے کہ (اذان میں اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللهِ سُنتے وقت انگلیوں کو چومنے سے نابیناپن نہیں آتا۔ اور بعض اہلِ تجربہ کا کہنا ہے کہ: جو شخص نابینائی میں مبتلا ہوں وہ یہ عمل کریں اُن کی آنکھیں روشن ہوجائیں گی[۶]۔

(5) اس کتاب کا مکمل نام "المتانة فی مرمة الخزانة" ہے، یہ کتاب امام فقیہ محمدؒ جعفر بن محمدؒ میراں بن یعقوب بوبکانی متوفیٰ ۱۰۰۲ھ کی تصنیف ہے، یہ کتاب فقہ حنفی کے فروعی مسائل میں نہایت معتبر ہے، اور یہ کتاب طبع شدہ ہے۔

(6) "المتانة فی مرمة الخزانة"، کتاب الصّلاة، باب الأذان، ص۔ ۱۴۷

اور "کنز العباد" (۷) میں یہ حدیث پاک مذکور ہے کہ: "مَنْ سَمِعَ اِسْمِیْ فِی الْاَذَانِ وَ وَضَعَ اِبْهَامَیْهِ عَلٰی عَیْنَیْهِ فَاَنَا طَالِبُهٗ فِیْ صُفُوْفِ الْقِیَامَةِ وَ قَائِدُهٗ اِلَی الْجَنَّةِ یعنی، پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: جو شخص بھی اذان میں میرا نام سُنے پھر دونوں انگوٹھے آنکھوں پر رکھے میں اُس کو قیامت کی صفوں میں تلاش کرونگا اور اُس کو جنّت میں لے جاؤنگا۔

اور "مقدّمةُ الصّلوة" میں ہے کہ: جب کوئی نبی کریم ﷺ کا اسم مبارک سُنے تو انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھے۔ اِسی طرح "خزانةُ الرّوایات" (۸) (۹) میں ہے۔

روایاتِ منقولہ سے اچھی طرح واضح ہو گیا کہ اِس فعل کے حرام یا بدعت یا کراہیت کا قائل کوئی نہیں ہے۔ اور جو احادیث اِس باب میں وارد ہیں وہ ضُعف سے خالی نہیں ہیں۔ مگر امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی حدیث جو ذکر کی گئی ہے

---

(7) اس کتاب کا مکمل نام "کنز العباد فی شرح الاوراد" ہے، یہ کتاب علی بن احمد الغوری کی تصنیف ہے، اِس کتاب میں شیخ الاجل محی السّنۃ شہاب الدین سہروردی کے اورادِ شامل ہیں۔ دیکھئے: کشف الظّنون، ۲/۱۵۱۷، اور یہ کتاب طبع شُدہ نہیں ہے۔

(8) اِس کتاب کا مکمل نام "خزانة الروایات في الفروع" ہے، یہ کتاب قاضی جگن ہندی متوفیٰ ۹۲۰ھ ساکن گجرات کی تصنیف ہے، دیکھئے: کشف الظّنون، ۱/۷۰۲، نزهة الخواطر، ۴/۳۲۸، یہ کتاب طبع شدہ نہیں ہے، اس کا عکس جمعیت اشاعت اہلسنت (پاکستان) کی لائبریری میں موجود ہے۔

(9) "خزانة الرّوایات"، کتاب الصّلاة، باب الاذان، ق۷۸/ب۔

وہ درجہ صحت کو پہنچی ہوئی ہے۔

اب اس قسم کی احادیث پر عمل کرنا اگرچہ احادیث ضُعف کے طرف منسوب ہیں (پھر بھی) مستحب ہے۔ کیونکہ شیخ علی قاری اپنی تصنیف بنام "عجالة الوقت"[۱۰] میں فرماتے ہیں کہ: أنّه یستحبُّ العملُ بالحدیث الضَّعیف مالم یکن موضوعاً یعنی، ضعیف حدیث پہ عمل کرنا مستحب ہے مگر وہ حدیث موضوع کے درجے کو نہ پہنچی ہو۔

پس دونوں انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھنا حدیث اور منقولہ روایات کے مطابق سُنت اور مُستحب ہے۔ اور یہ فعل مکروہ وبدعت اور حرام نہیں ہے۔

دوسرا سوال:

رسول کریم ﷺ کا میلاد مبارک اور حضرت غوث الاعظم پیر دستگیر قدس سرالله کی سالانہ گیارویں کرنا، اور یہ الفاظ کہنا کہ یہ طعام حضرت رسول کریم ﷺ کا عرس ہے اور یہ گیارویں کا طعام ہے۔ پس شرعی لحاظ سے یہ عام کھانا درست ہے یا

(10) مصنّف علیہ الرحمہ سے اِس کتاب کی نسبت ملّا علی قاری علیہ الرحمہ کے طرف کرنے میں تسامح ہوا ہے، کیونکہ مصنّف نے یہ حوالہ "بیاضِ ہاشمی" سے نقل کیا ہے اور وہاں یہ رسالہ "عجالۃ الوقت"، ملّا علی قاری علیہ الرحمہ کے طرف بغیر نسبت کے لکھا ہوا ہے۔ اور ساتھ ہی وہاں متصلاً ملّا علی قاری علیہ الرحمہ کی کتاب "المرقاۃ" کا ایک حوالہ لکھا ہوا ہے، اِس لئے مصنّف علیہ الرحمہ نے سمجھا کہ شاید یہ رسالہ بھی ملّا علی قاری علیہ الرحمہ کی تصانیف میں سے ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

مباح ہے یا حلال ہے یا مکروہ و حرام ہے؟ پس اگر (یہ طعام) حلال ہے تو پھر آیۂ کریمہ ﴿وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللهِ﴾ [11] کا کیا معنیٰ ہے؟

جواب:

اِس سوال کے ضمن میں چند مسائل درج ہیں۔

پہلا: حضرت رسول الثقلین ﷺ کا میلاد مبارک:

"مواهبُ اللّدنية" [12] میں منقول ہے کہ: روى أبولهب بعد موته فى النوم فقيل له ماحالك؟ فقال فى النّارالا أنه خفّف من كل ليلة اثنين و أمصّ من اصبعتين هاتين ماء و أشار براس اصبعيه و أن ذالك باعتاق ثويبة عند ما بشّرتنى بولادة النّبى ﷺ و بارضاعها له [13]۔ یعنی، ابو لھب (کافر) کو اُس کے مرنے کے بعد خواب میں دیکھا گیا، اُسے کہا گیا کہ کیا حال ہے؟ اُس نے جواب دیا کہ جہنم کی آگ میں ہوں۔ مگر پیر کی رات میرے عذاب میں تخفیف کی جاتی ہے۔ اپنی دونوں

---

(11) "القرآن"، سورة البقرة، الآية: ۱۷۳

(12) اس کتاب کا مکمل نام "المواهب اللدنية بالمنح المحمدية" ہے، یہ کتاب شیخ شہاب الدین ابو العباس احمد بن محمد قسطلانی متوفی ۹۲۳ھ کی مشہور تالیف ہے، یہ جلیل القدر، عظیم المرتبت، کثیر المنفعت کتاب ہے، اور اپنے موضوع پر نظیر نہیں رکھتی، دیکھئے: کشف الظنون، ۲/ ۱۸۹۶، اور یہ کتاب طبع شدہ ہے۔

(13) "المواهب اللدنية"، المقصد الأول، ذكر رضائه ﷺ، ۱/ ۷۸

انگلیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ اِن دونوں انگلیوں سے ٹھنڈا پانی پیتا ہوں۔ میری کنیز جس کا نام ثویبہ ہے اُس نے مجھے نبی ﷺ کی ولادت کی بشارت دی تھی پھر میں نے اُس کو آپ ﷺ کو دودھ پلانے کے غرض سے آزاد کرنے کی وجہ سے مجھے یہ نعمت حاصل ہوئی ہے۔ انتہیٰ

علامہ ابن جوزی جو اکابرِ علماء میں سے ہیں وہ (مذکورہ حدیث لکھنے کے بعد) اِس جگہ لکھتے ہیں کہ: "جب ابو لہب جیسا کافر جو آپ ﷺ کو ایذاء دیتا تھا جس کی مذّمت میں قرآن نازل ہوا ہے آپ ﷺ کی ولادت کی خوشی کے سبب اُس کے عذاب میں تخفیف اور ہر پیر کو اُس انگلی سے پانی پیتا ہے تو اُس موحّد مسلمان کا کیا حال ہو گا جو سرورِ عالم ﷺ کی ولادت کی خوشی میں طعامِ ولیمہ تیار کر کے فقیروں اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو کھلائے۔ حالانکہ آپ ﷺ کا وجود مسعود تمام جہان والوں کے لیے رحمت ہے۔ اُمید ہے کے کھانے کے تیار کرنے والے کو اللہ تعالیٰ اپنے فضلِ عمیم سے جنّاتُ النّعیم میں داخل فرمائے گا اگرچہ وہ بندا گناہوں سے پُر ہو"۔ یہاں ابن جوزی کا کلام ختم ہوا۔

(اِس کتاب کا) مؤلف کہتا ہے کہ سرورِ کائنات ﷺ کے ولادت کی خُوشی جو، نُزولِ قرآن، حُصولِ ہدایت اور ایمان کا منشاء ہے وہ قرآن کی دلالتِ نصّ سے بطریقِ اَولیٰ ثابت اور مامور ہے۔ جیسا کہ رب تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ﴾ (١٤)

ترجمہ: تم فرماؤ اللہ ہی کے فضل اور اُسی کی رحمت، اُسی پر چاہیئے کہ خوشی کریں، وہ سب اُنکی دھن و دولت سے بہتر ہے۔

اِس آیۃ مبارکہ کی تفسیر کرنے والے جیسا کہ صاحبِ "مدارک" (15) اور "بیضاوی" (١٦) وغیرہ نے فضل اور رحمت کی تفسیر قرآن اور اسلام سے کی ہے (١٧)۔ پس جب اِن دو چیزوں کے حاصل ہونے پر خوشی منانے کا حکم ہے تو پھر میلاد شریف کی خوشی منانے کا حکم جو اِن چیزوں کا مبدأ اور دونوں جہانوں کا نفع اور نعمت کے حصول کا منشاء ہے بطریقِ اَولیٰ ثابت ہوتا ہے۔

اور خوشی کا کم سے کم درجہ ماہِ رمضان کی آمد سے ہوتا ہے کہ مؤمن اِس

---

(14) القرآن، سورۃ یونس، الآیۃ: ٥٨

(15) اس تفسیر کا مکمل نام "مدارك التنزيل وحقائق التأويل" ہے، یہ تفسیر امام حافظ الدین عبد اللہ بن احمد النسفی متوفی ۷۰۱ھ کی تصنیف ہے، دیکھئے: کشف الظنون، ۲/ ۱۶۴۰، اور یہ تفسیر طبع شدہ ہے۔

(16) اس تفسیر کا مکمل نام "أنوار التنزيل وأسرار التأويل" ہے، یہ تفسیر امام قاضی علامہ ناصر الدین ابو سعید عبد اللہ بن عمر بیضاوی متوفی ۶۸۵ھ کی تصنیف ہے، علمانے اس تفسیر کی متعدد شروحات لکھیں ہیں۔ دیکھئے: کشف الظنون، ۱/ ۱۸۶ اور یہ تفسیر طبع شدہ ہے۔

(17) "تفسیر مدارک التنزیل"، سورۃ یونس، تحت الآیۃ: ٥٨، ١/ ٤٦٧

"تفسير البيضاوي"، سورة يونس، تحت الآية: ٥٨، ٣/ ١١٦

خوشی کے سبب گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے کَیَوْمٍ وَلَدَتْہُ اُمُّہٗ (جیسے اُس کی ماں نے ابھی جنا ہے) اور رسول اکرم ﷺ خوشی کی سبب اِس ماہِ مبارک میں مسکینوں کو خیرات عطا فرماتے تھے اور قیدیوں کو آزاد فرماتے تھے، یہ تمام اُمور خوشی کا اظہار ہیں۔ جب ماہِ ولادت (ربیع الاول) جو سعادت کا منشأ ہے کی آمد ہو تو مؤمن کو بھی خوشی کا اظہار، لنگرِ عام اور مہمانوں کی عزّت و تکریم کرنا زیادہ مناسب ہے اور یہی امور رضائے الٰہی کو واجب کرنے والے ہیں۔ جب یہ خوشی قرآن و حدیث کی دلالتِ نصّ سے ثابت ہے تو اِس معنٰی کے انکاری منکر ہیں۔ زیادہ علم رب تعالیٰ کے پاس ہے۔

اِس خوشی کی مشروعیّت اور سالانہ خوشی منانے کا جواز "صحیح بخاری"، "صحیح مسلم" کی حدیث سے علامہ ابن حجر علیہ الرحمہ جو حافظ الحدیث تھے اُس نے ثابت کیا ہے۔ آپ نے حدیث نقل فرمائی ہے کہ جب آپ ﷺ مدینہ منورہ زادھا اللہ شرفاً و تعظیماً (اللہ تعالیٰ اُس کے شرف اور تعظیم میں اضافہ فرمائے، آمین) تشریف لائے تو آپ نے یہودیوں کو دیکھا کہ وہ عاشورہ یعنی ۱۰ محرم الحرام کے دن کو روزہ رکھتے تھے، جس پر آپ ﷺ نے اُن سے اِس کا سبب پوچھا تو وہ کہنے لگے کہ یہ عاشورہ کا وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرعون کو غرق فرمایا اور حضرت موسیٰ علی نبیینا و علیہ الصلاۃ و السلام کو نجات عطا فرمائی، اِسی وجہ سے ہم ربّ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے روزہ رکھتے ہیں۔ اِس پر آپ ﷺ نے فرمایا: اَنَا اَحَقُّ بِمُوْسٰی یعنی ہم حضرت موسی علیہ السلام کی اتباع کے زیادہ حقدار ہیں کہ یہ شکرانہ بجالائیں۔

حافظ الحدیث ابن حجر عسقلانی فرماتے [۱۸] ہیں کہ: "اِس حدیث سے یہ بات مُستفاد ہے کہ ایسی نعمت جو کسی مخصوص دن میں معین ہو اُس پر اللہ تعالیٰ کا شکر کرنا اُس نعمت کو سال بسال تازہ کرنا جائز اور مشروع ہے۔ شکرانے کی ادائگی کے اقسام عبادت کے تمام اقسام سے حاصل ہوتی ہیں جیسے، سجدہ کرنا، روزے رکھنا، قیام (نوافل پڑھنا)، صدقہ ادا کرنا اور تلاوتِ قرآن کرنا وغیرہ۔

وأيُّ نِعمةٍ أعظمُ من ظُهور هذا النّبيِّ ﷺ یعنی، حضور سرور ﷺ سے زیادہ کون سے عظیم نعمت ہے جو ولادت والے دن ہمیں حاصل ہوئی ہے۔" اِسی طرح امام سیوطی علیہ الرحمۃ کے کتاب "حسن المقصد" [۱۹] [۲۰] میں ہے۔

ثانیاً:

حضرت غوثِ اعظم کی گیارویں کرنا، ولی کی عزّت کرنے کی باب میں سے ہے۔ جیسا کہ دیلمی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیثِ قُدسی نقل فرمائی ہے کہ: مَنْ

---

(18) حافظ ابن حجر علیہ الرحمۃ کا یہ فرمان امام جلال الدین سیوطی شافعی علیہ الرحمۃ نے اپنے کتاب "حسنُ المقصد فی عمل المَولد" میں ذکر کیا ہے، جس کی تخریج آگے آرہی ہے۔

(19) اس کتاب کا مکمل نام "حسنُ المقصد فی عمل المَولد" ہے، یہ امام جلال الدین سیوطی شافعی متوفی ۹۱۱ھ کی تصنیف ہے، آپ نے اپنی اِس تصنیف میں محفل میلاد قائم کرنے کے متعلق دلائل دیئے ہیں، دیکھئے: کشف الظنون، ۱/ ۶۶۷، اور یہ کتاب طبع شدہ ہے۔

(20) "حسن المقصد في عمل المولد"، كلام الحافظ أبو الفضل ابن حجر في عمل مولد، صـ ٦٣.

اَکْرَمَ لِیْ وَلِیًّا وَلَوْ بِقُصَیِّبٍ یُسْتَاکُ فَقَدْ وَجَبَتْ کَرَامَتُهُ عَلَیَّ لَمْ اَرْضَ لَهُ دُوْنَ الْجَنَّةِ (۲۱) یعنی: "جو کوئی شخص میری وجہ سے کسی ولی کی تعظیم و تکریم کرتا ہے اگرچہ درخت کی لکڑی ہو جس سے مسواک کی جائے یعنی ایسی چیز جس سے نفع حاصل کیا جائے پھر اُس بندے کی تعظیم مجھ پر واجب ہے پھر اُس بندے کے لئے جنّت کے علاوہ کسی اور چیز کے لئے راضی نہیں ہونگا"۔

یہ حدیث ولی کی عزّت و تعظیم کو شامل ہے چاہے وہ ولی زندہ ہو یا اُس کا وصال ہو گیا ہو۔ پس اگر ولی زندہ ہو تو کوئی نفع والی چیز دینے سے تعظیم کی جائے یا اگر اُس ولی کا وصال ہو گیا ہو تو ولی کے طرف سے کوئی چیز فُقراء کو خیرات دی جائے تو اُس شخص کی عزت اللہ تعالیٰ کے وعدہءِ وفا کے سبب واجب ہے اور اُس شخص کے لئے جنّت کے علاوہ کوئی اور چیز نہیں ہے۔

"عقائد السّنیه"(۲۲) میں ہے کہ :قال علیه الصّلاة و السّلام: "اِنَّ الْحَیَّ اِذَا

---

(21) "فردوس الأخبار"، برقم: ٤٤٧٤، ٢/ ١٣٧

(22) اس کتاب کا مصنف علامہ محدّث مفسّر عثمان بن عیسیٰ صدیقی حنفی متوفیٰ ۱۰۰۸ ھ ہے۔ دیکھئے: نزہة النواظر، ۵/ ۵۸۵، اور یہ کتاب طبع شدہ ہے۔ راقم عفی عنہ اس کتاب پر عربی میں تحقیق و تخریج کا کام کر رہا ہے۔

تَصَدَّقَ عَنِ الْمَيِّتِ اَوْ دَعَا لَهُ بَعَثَ اللهُ اِلَى الْمَيِّتِ عَلٰى طَبَقٍ مِّنْ نُوْرٍ"(۲۳)

یعنی، رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "جب زندہ شخص میت کے طرف سے صدقہ کرتا ہے یا اُس کی نجات کے لئے یا اُس کے بلندیٔ درجات ہونے کے لئے دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُسے نور کے طبق (برتن) میں میت کے طرف بھیجتا ہے"(۲٤)۔

اور حضرت سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ کی حدیث(۲۵) جو "مشکواۃ" کے بابُ الصدقہ

---

(23) یہ الفاظ بعینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نہیں ہے، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اِس فرمان: مَامِن أهل بيت يموت منهم ميت، فيتصدقون عنه بعد موته إلا أهداها إليه جبريلُ عليه السلام على طبق من نور (المعجم الأوسط، برقم: ٦٥٠٤، ٥/ ٥) کا مفہوم ہے۔ واللہ اعلم بالصّواب۔

(24) "عقائد السّنيه"، الفصل السابع فيما يفعل عند الموت و ما يعرف للمؤمن ....إلخ، صـ ۲۳

(25) حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں: كنت جالساً عند النبيّ صلى الله عليه وسلم، إذ أتته امرأة، فقالت يا رسول الله! إني كنت تصدقت على أمي بجارية وإنها ماتت قال: "وجب أجرك وردها عليك الميراث". قالت يا رسول الله! إنه كان عليها صوم شهر أفأصوم عنها قال: "صومي عنها". قالت يا رسول الله إنها لم تحج قط أفأحج عنها قال: "نعم حجي عنها"

ترجمہ: (حضرت بریدۃ کہتے ہیں کہ) میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا تھا ایک عورت نے حاضر ہو کر عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے اپنی ماں کو ایک لونڈی صدقہ میں دی تھی، اب میری ماں مر گئی ہے، آپ نے فرمایا: تیرا ثواب تجھ کو ملے گا اور میراث نے تیرے طرف اس لونڈی کو واپس کر دیا، عورت نے پھر پوچھا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری ماں پر مہینے بھر کے روزے واجب تھے، کیا میں اُس کے طرف سے روزے رکھ لوں، آپ نے فرمایا: اُس

=

(۲٦) میں میت کے طرف سے رمضان کے روزے رکھنے، حج ادا کرنے کے لئے حضور سرور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے طرف سے حکم اور اجازت میں ظاہر ہے۔

(اِسی وجہ سے) شیخ محمد زرقانی نے "مؤطا" کی شرح میں فرمایا ہے کہ: "زندہ کے صدقہ کرنے سے میت کو فائدہ ہونے پر اجماع قائم ہو چکا ہے اور یہی دلیل کافی ہے"(۲۷)۔

اور سال بسال صدقہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے بلکہ اور بھی زیادہ بلندئ درجات کا سبب ہے۔

باقی رہا وصال کی تاریخ مقرر کرنا تو یہ اچھا کام اور صدقہ کرنے کا سبب ہے اِس کے علاوہ سستی کے سبب انسان کی زندگی گذر جائے گی جس کا نتیجہ افسوس کرنے کے علاوہ کوئی اور نہیں ہوگا۔ اور زیادہ علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

=

کے طرف سے روزے رکھ، پھر اُس نے پوچھا کہ میری ماں نے کبھی حج نہیں کیا، کیا میں اُس کے طرف سے حج کرلوں، آپ نے فرمایا: ہاں! اُس کے طرف سے حج کرلے۔

(26) "مشكاة المصابيح"، كتاب الزكاة، باب من لا يعود في الصدقة، الفصل الأول، الحديث: ١٩٥٥، ١/ ٦٠٩.

(27) "شرح الزرقاني على الموطأ"، كتاب الأقضية، باب صدقة الحي عن الميت، تحت الحديث: ١٥٢٧، ٤/ ٧٠

ثالثاً:

یہ الفاظ کہنا کہ "یہ طعام حضرت رسولِ ثقلین ﷺ کے میلاد کا ہے "اور" یہ طعام گیارویں شریف کا ہے" جائز ہے۔ کیونکہ میلاد شریف کا لنگر اگرچہ شکرانے کے طور پر کرنا مطلق ہے لیکن مُنعِم کے شکرانے کے باعث اس اضافت کے سبب ممتاز ہو جاتا ہے اور وہ نعمت ولادت شریف ہے۔ اِس کے مثل گیارھویں ہے کی یہ صدقہ اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور اُس کا ثواب پیر کے لئے ہے۔ پس اِس نعمت کا شکرانہ کرنا دوسری نعمتوں کے شکرانے کرنے سے ممتاز ہو گیا۔ اور پیر کو ثواب ایصال کرنے کے لئے صدقہ دوسرے تمام صدقات سے ممتاز ہو گیا جو کسی اور منفعت کے لئے کیا جائے جس طرح مولویوں کی مسجد، سادات کی مسجد کہنے سے یہ دونوں مسجدیں تمام مساجد سے ممتاز اور جُدا معلوم ہوتی ہیں، ورنہ مساجد تو اللہ تعالیٰ کی ہیں جیسا کہ رب تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ﴾ (۲۸) ترجمہ: بیشک تمام مسجدیں اللہ ہی کی ہیں۔

اس اضافت کا بیان تمیز و جُدائی ہے۔ شیخ محمد زرقانی نے "موطا" کی "شرح "میں باب مسابقة الخيل من الثنية الى مسجد بنی زریق (۲۹) میں ذکر کیا ہے اور

---

(28) "القرآن"، سورة الجن، الآية: ١٨

(29) "شرح الزرقاني على الموطأ"، باب ما جاء في الخيل و المسابقة بينها و النفقة في الغزو، تحت الحديث: ١٠٣٢، ٣/ ٦٢

فرمایا ہے کہ: "یہاں پر مسجد کی اضافت بنی زُرَیق کے طرف ہے (جو انصار کا ایک قبیلہ ہے) اور یہ اضافت اِس وجہ سے کی گئی ہے تاکہ یہ مسجد دوسری مساجد سے الگ ہو جائے نہ کہ مِلک (ملکیت) کی وجہ سے کی گئی ہے کیونکہ مسجد کسی کی ملکیت نہیں ہو سکتی"۔

اِسی لحاظ سے مسجد کی نسبت مخلوق کے طرف کرنا حدیث پاک سے ثابت ہے تو طعام کی نسبت "عرس" یا "گیارھویں" سے کرنے میں کونسی چیز مزاحم اور مانع ہے؟ جب اِس طرح نہیں ہے تو اِس طعام کا کھانا مباح اور حلال ہے نہ کہ مکروہ اور حرام۔

رابعاً:

جب عرس اور گیارھویں کا طعام حلال ثابت ہوا تو پھر آیت ﴿وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللهِ﴾[30] کی وجہ سے یہ طعام حرام نہیں ہو گا۔ کیونکہ آیت میں یہ اِرشاد ہے کہ ذَابِح (ذبح کرنے والا) ذبح کرتے وقت تسمیہ (بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم) نہ کہے اور اِس جگہ کسی اور مخلوق کا نام لیکر ذبح کرے۔

جیسا کہ شیخ نور الحق دہلوی شارح البخاری علیہ الرحمہ نے اِس آیت شریف کی معنی میں بیان فرمایا ہے کہ: "﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ

---

(30) "القرآن"، سورة البقرة، الآية: ۱۷۳

لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ﴾ [31] یعنی، آپ پر حرام کیا گیا ہے مردار، خون، اور خنزیر کا گوشت اور وہ چیز جو اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح نہ کی گئی ہو"۔ [32]

"تفسیر مدارک" [33] میں ہے کہ: "بتوں کے لئے غیر اللہ کے نام سے ذبح کیا جائے جیسا کہ دَورِ جاہلیت میں لات اور عُزّیٰ جیسے بتوں کے نام پر ذبح کیے جاتے تھے"۔

بسم اللہ کی ترکیب میں أَذْبَحُ فعل مقدر ہے جو تخصیص کا فائدہ دیتا ہے کہ میں ربّ تعالیٰ کے نام سے ہی ذبح کرتا ہوں نہ کہ غیر اللہ کے نام پر ذبح کرتا ہوں، بخلاف کُفّار کی رسم کہ ذبح کرتے وقت لات اور عُزّیٰ جیسے بتوں کے نام کی تخصیص کرتے تھے۔ اور اب تخصیص میں یہ فائدہ ہوا کہ غیر کی کوئی بھی گنجائش نہیں رہی کہ حرام کا موجب ہو۔ اور حقیقی علم تو اللہ تعالیٰ کی پاس ہے۔

تیسرا سوال:

پیغمبر علیہ السلام یا اولیاء کرام کو ندا کے لفظ سے پکارنا مثلاً یا رسول اللہ، یا غوث کہنا درست ہے یا ناجائز، مکروہ یا حرام ہے؟

---

(31) "القرآن"، سورة البقرة، الآية: ١٧٣

(32) "تيسير القاري شرح بخاري"، كتاب الذّبائح و الصّيد، باب التّسمية علىٰ الصّيد، ٥/ ٢٢٣

(33) "تفسير مدارک التّنزيل"، سورة المائدة، تحت الآية: ٣، ١/ ٢٦٧

جواب:

"معجم طبرانی أوسط" میں ہے یہ حدیث منقول ہے کہ: "إِذَا أَرَادَ عَوْناً فَلْيَقُلْ يَا عِبَادَ اللهِ أَعِينُونِي"[۳۴] یعنی، جس کو کوئی مشکل آئے اور وہ مدد طلب کرنے کا ارادہ کرے تو بہتر ہے کہ یہ کہے يَا عِبَادَ اللهِ أَعِينُونِي یعنی، اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو۔ تین بار اِس طرح کہے۔ یہاں تک کہ اُس کی آسان ہو جائے۔ اِسے "حصن الحصین"[۳۵] میں ذکر کیا ہے۔

مخفی نہ رہے کہ یہ ندا سلطنت باطنی کے مددگاروں کے لئے ہے جو تدبیراتِ ملکوتی پر مقرر ہیں۔ جس طرح سلطنت ظاہری کے مددگار ملکی تدبیرات پہ مقرر ہیں۔ اور کوئی بھی امر اللہ تعالیٰ کے طرف سے صادر ہوتا ہے تو ملکوتی تدبیرات کے مطابق ملکی مددگار کی تدبیرات کے تحت ظہور ہوتا ہے۔

اِسی وجہ سے جب کوئی بھی دردمند بندہ پکارتا ہے تو خُدا کے حکم سے ملکوتی مددگار اُس کی مدد کرتے ہیں، اور گم شدہ چیز بھی واپس دلاتے ہیں۔ جس طرح "معجم"[۳۶] میں طبرانی نے، ابو یعلیٰ موصلی[۳۷] اور ابن سنی[۳۸] نے بھی ذکر

---

(34) "المعجم الكبير"، برقم: ۲۹۰، ۱۷/ ۱۱۷

(35) "حصن الحصين"، أدعية السّفر، ص۔ ۸۲

(36) "المعجم الكبير"، برقم: ۱۰۵۱۸، ۱۰/ ۲۱۷

(37) "مسند أبي يعلى"، مسند عبد الله بن مسعود، برقم: ۵۲۶۶، ص۔ ۹۵۹

کیا ہے کہ: إِذَا انْفَلَتَتْ دَابَّتُهُ فَلْيُنَادِ أَعِينُونِي يَا عِبَادَ اللهِ [۳۹] یعنی، جب کسی کا جانور گم ہو جائے تو اُس کے لئے بہتر ہے کہ اِس طرح کہے اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو۔ اِسی طرح "حصن الحصین" [۴۰] میں ہے۔

لغرض ندا سے مقصود مخاطب کا ندا کرنے والے کے طرف متوجہ ہونا مطلوب۔ ۔ اور یہ ندا حقیقت میں اللہ تعالیٰ کے لئے جائز نہیں ہے کیونکہ رب جل شانُہ کی توجہ ہمیشہ کے لئے ہے۔ جس طرح قرآن پاک میں ہے:

﴿فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللهِ﴾ [۴۱] ترجمہ: پس تم جدھر منہ کرو ادھر وجہ اللہ ہے۔

=

(38) "عمل اليوم و الليلة"، باب ما يقول إذا انتفلت دابته، برقم: ۵۰۷، صـ ۵۱۲

(39) یہ حدیث مبارکہ مصنف ابن ابی شیبہ میں ان الفاظ کے ساتھ وارد ہوئی ہے: "إِذَا نَفَرَتْ دَابَّةُ أَحَدِكُمْ، أَوْ بَعِيرُهُ بِفَلَاةٍ مِنَ الْأَرْضِ لَا يَرَى بِهَا أَحَدًا فَلْيَقُلْ: أَعِينُوا عِبَادَ اللهِ، فَإِنَّهُ سَيُعَانُ"، "المصنف لابن أبي شيبة"، كتاب الدعاء، باب ما يقول إذا ندّت به دابته أو بعيره في السفر، برقم: ۳۰۴۳۸، ۱۵/ ۳۸۵، اور اِسی کتاب میں دوسری جگہ اس طرح ہے: "إِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً فَضْلًا سِوَى خَلْقِهِ يَكْتُبُونَ وَرَقَ الشَّجَرِ، فَإِذَا أَصَابَتْ أَحَدَكُمْ عَرْجَةٌ فِي سَفَرٍ فَلْيُنَادِ أَعِينُوا عِبَادَ اللهِ رَحِمَكُمُ اللهُ"، "المصنف لابن أبي شيبة"، كتاب الدعاء، باب ما يدعو به الرجل إذا ضلّت منه الضّالة، برقم: ۳۰۳۳۸، ۱۵/ ۳۴۴، "مسند البزار"، برقم: ۴۹۲۲، ۱۱/ ۱۸۱.

(40) "حصن الحصين"، أدعية السفر، صـ ۸۲

(41) "القرآن"، سورة البقرة، الآية: ۱۱۵

جب اِس جگہ توجہ طلب کرنے کی حاجت نہ رہی تو پھر مجاز کے اعتبار سے (رب تعالیٰ کو ندا کرنا) اجابت طلب کرنے کی معنی میں استعمال ہوتی ہے۔ جس طرح "غاية التحقيق" میں ہے۔

حقیقت میں ندا ایسے غائب کے متوجہ کرنے کے لئے معین اور مقرر ہے جو سننے والا اور موجود جو غیر متوجہ ہو۔ باقی ایسا غائب جو ندا سننے سے دور ہو وہ دو امر سے خالی نہ ہو گا، ایک تو (ندا کرنے والا) ایسا پریشان ہو گا کہ فقط اپنی پریشانی ختم کرنے کے لئے بغیر توجہ طلب کئے ندا کرے۔ جس طرحِ (تفسیر) "مدارک" [42] میں ہے کہ:

المتحیّریتکلّم بما یفید و بما لا یفید [43] یعنی: "پریشان مرد ایسی بات کرتا ہے کہ وہ بات مفید بھی ہوتی ہے اور غیر مفید بھی ہوتی ہے اور وہ بات نفع اور نقصان سے خالی ہوتی ہے"۔

یا پھر ایسا شخص جو بطورِ مجاز غائب کو حاضر سنے، دور والے کو قریب والے سے، معقول کو محسوس سے اور جمادات وغیرہ کو ذی روح اشیاء سے تشبیہ دے۔ اور یہ تشبیہ منقولات اور معقولات میں کافی استعمال ہوتی ہے۔ کسی نے بھی اِس کا انکار نہیں کیا ہے۔

یا پھر منادی (جس کو ندا دی گئی) بطورِ کشف جسمِ مثالی یا عینی بغیر حجاب کے

---

(42) "تفسير مدارك التنزيل"، سورة الأعراف، تحت الآية: ۵۰، ۲/ ۳۵۷

(43) تفسیر مدارک میں مذکورہ عبارت اِس طرح ہے: المتحیّرینطقُ بما یفید و بما لا یفید.

حاضر ہو جائے۔ مگر یہ تیسری صورت بغیر کرامت کے نہیں ہوتی۔ جس طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا مدینہ منورہ میں خطبہ دیتے وقت الفاظ کہنا کہ "یَا سَارِیَۃَ الْجَبَلْ" یعنی اے ساریہ ! جبل کو لازم پکڑ، جبل کو لاز پکڑ۔ اور حضرت ساریہ ملکِ یمن میں جنگ میں مشغول تھے تب آپ نے یہ الفاظ سُنے پھر فوراً آپ جبل کے طرف گئے اور آپ کو فتح حاصل ہوئی (۴۴)۔

اور اِس کے علاوہ ندا کی جواز کا مدار اعتقاد کی صحت پہ ہے۔ اور اعتقاد یہ رکھنا چاہیے کہ غائب کو میری ندا اللہ تعالیٰ کے توسط سے پہنچتی ہے۔ اور یہ دو وجہوں پر ہے، یا تو ملائکہ کے واسطے سے یا پھر بغیر کسی واسطے سے۔ اور ندا کا یہ قسم بھی جائز ہے۔ البتہ یہ اعتقاد رکھنا کہ میری ندا غائب تک مطلقاً سُننے میں آتی ہے۔ اگرچہ غائب کتنا بھی دور ہو تو پھر یہ اعتقاد ناجائز اور عین الحاد ہے۔ رب تعالیٰ اِس عقیدے سے پناہ عطا فرمائے۔ اور تمام اہلِ اسلام اِس اعتقاد سے بری ہیں۔ ہاں ! اگر کوئی جاہل، شاذ، اور نادر بندہ یہ اعتقاد رکھے تو اُس پر الحاد کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔ پس ندا پر علی الاطلاق حرمت کا حکم بھی نادر ہے کیونکہ مسلمانوں میں بُرا گمان رکھنا اچھا نہیں ہے۔

اور تشہّد میں جو سلام وارد ہے وہ بھی بطریقِ انشاء کہے نہ کہ بطریقِ اخبار

---

(44) دلائل النّبوة لأبي نعيم، الفصل التّاسع و العشرون، ما ظهر على يد عمر و نياحة الجنّ عليه، برقم: ٥٢٦، صـ ٣٤٥ ، تخريج الأربعين في التصوف للسلمي، باب في جواز الكرامات للأولياء، الحديث الخامس، صـ ٤٣.

کہے۔ جس طرح "در مختار"[45] میں ہے۔ پس پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام اور اولیاء کرام کو مذکورہ جائز وجوہ سے ندا کے لفظ سے پکارنا درست اور جائز ہے، حرام ومکروہ نہیں ہے۔

چوتھا سوال:

اولیاء کرام اور انبیاء عظام سے حاجت روائی کے غرض سے مدد لینا درست اور جائز ہے یا بدعت، مکروہ وحرام؟ اور کیا اِس کا قائل کافر ہوگا؟

جواب:

مدد لینے کا جواز سوال نمبر (۳) کے جواب میں معلوم ہوگا۔ مزید جواب یہ ہے کہ "شرح المقاصد"[46] میں ہے: "اسلامی قواعد سے یہ بات ظاہر ہے روح کا جسم سے نکلنے کے بعد اُس کو نئی باتوں کا ادراک اور زندہ لوگوں کے احوال کا اطلاع حاصل ہوتا ہے۔ خصوصاً میت اور زندہ لوگوں کے درمیان پہچان ہوئی ہو۔ اِسی وجہ سے قبور کی زیارت اور نیک ارواح سے مدد حاصل کرنے سے اہلِ برزخ سے بھلائی حاصل ہونا اور مصیبت کے دفع ہونے کے متعلق بھرپور فائدہ حاصل ہوتا ہے۔" انتھیٰ

---

(45) "الدر المختار"، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، صـ ۷۰

(46) "شرح المقاصد"، القسم الرابع، الفصل الأول: في النفس، المبحث الرابع، ۳/ ۳۳۸

"بیاضِ واحدی" [۴۷] میں ہے کہ :"امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا :"حضرت موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ کی مزار دُعا کی مقبولیت کے لئے تریاق مجرب ہے۔"

اور شیخ عبد الحق دہلوی نے "لمعات" [۴۸] شرح "مشکواۃ" میں بیان فرمایا ہے کہ:" اِس زمانے میں ایک فرقہ جو اولیاء اللہ سے مدد لینے کے منکر ہیں وہ نہیں جانتے کہ اولیاء اللہ اِس فانی دنیا سے ابدی دنیا میں منتقل ہو گئے ہیں۔ (جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہے): ﴿بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ﴾ [۴۹]

ترجمہ: بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں۔

---

(47) اس کتاب کا اصل نام "تحریر المسائل علی حسب النوازل" ہے، یہ کتاب سندھ میں "فتاویٰ واحدی" اور "بیاض واحدی" کے نام سے مشہور ہے۔ اس کتاب کا مصنف امام، فقیہ، مخدوم عبد الواحد بن قاضی مخدوم دین محمد السیوستانی السندی ہے۔ سندھ میں آپ "نعمان ثانی" کے لقب سے مشہور ہیں۔ آپ کا وصال مبارک ۲۴ رمضان المبارک سن ۱۲۲۴ھ میں ہوا۔ اور یہ ضخیم کتاب سندھ کے بعض مکتبات میں تین مجلدات جبکہ بعض مکتبات میں چار مجلدات میں موجود ہے۔ راقم اور جمعیت اشاعت اہلسنّت کی لائبریری میں بھی اس کا کامل نسخہ موجود ہے۔ اور اس کتاب کا ایک جلد طبع شدہ ہے، باقی غیر طبع شدہ ہیں، جبکہ حضرت مفتی قبلہ عطاء اللہ نعیمی اطال اللہ عمرہ اس کتاب پر تحقیق و تخریج کا کام کر رہے ہیں۔

(48) اس کتاب کا مکمل نام "اشعة اللمعات فی شرح مشکاة" ہے، یہ شرح امام فقیہ محدث شیخ عبد الحق دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ کی تصنیف ہے، دیکھئے: نزہۃ الخواطر، ۵/ ۵۵۵، اور یہ شرح طبع شُدہ ہے۔

(49) "القرآن"، سورة آل عمران، الآية: ١٦٩

﴿وَلٰکِنْ لَا تَشْعُرُوْنَ﴾ (٥٠) ترجمہ: ہاں تمہیں خبر نہیں ہے۔

یعنی اولیاء کرام رب تعالیٰ کے حضور میں زندہ ہیں، لیکن یہ منکر فرقہ اُن کی ابدی حیاتی کو نہیں مانتے۔ اور اِس زمانے میں جو فرقہ پیدا ہوا ہے وہ اولیاء کرام کے طرف متوجہ ہونے والے کو مشرک قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اولیاء کرام کے طرف متوجہ ہونا بتوں کی عبادت کرنے کی طرح ہے بلکہ اِس سے بھی زیادہ خرافات بکتے ہیں۔

﴿مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ إِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُوْنَ﴾ (٥١)

ترجمہ: انہیں اِس کی حقیقت کچھ معلوم ہی نہیں ہے، یوں ہی اٹکلیں دوڑاتے ہیں۔

یعنی اِس فرقے کو اِس کی معنی کے متعلق کوئی علم نہیں ہے وہ فقط قیاسِ باطل اور فضول خیالات کرتے ہیں"۔ (٥٢) انتہیٰ

مؤلف کہتا ہے کہ اولیاء اللہ سے مدد مانگنے کے منکر پر عجب ہے حلانکہ یہ (منکر حضرات) ظاہری دنیا والوں سے تو مدد مانگنے کے جواز کے اقراری ہیں اگرچہ وہ دنیا والے مسلمان ہوں یا کافر جو سلطنتِ ظاہری کے مدد گار ہیں اُن سے نہایت عجز و انکساری سے دنیا کے مطلب کے لئے مدد لیتے ہیں اور اُن کو یہ بھی یقین ہے کہ رب

---

(50) "القرآن"، سورة البقرة، الآية: ١٥٣

(51) "القرآن"، سورة الزخرف، الآية: ٢٠

(52) "اشعة اللمعات"، كتاب الجهاد، باب حكم الأسراء، الفصل الأول، ٣/ ٤٠٢

تعالیٰ کے حکم کے بغیر ہمارا مقصود حاصل نہیں ہو گا۔ مگر وصال شدہ اولیاء کرام جو حقیق حاکم جل شانہ کے قرب سے خاص ہیں اور سلطنت باطنی کے مددگار ہیں اُن کو دنیا کے زندہ لوگ عاجز سمجھتے ہیں حالانکہ ظاہر کا دومدار باطن پر ہے۔ اگر کوئی فعل باطن میں وجود نہیں لے رہا تو وہ ظاہر میں کیسے وجود لے گا؟ جیسے درخت کو باطنی پاڑ کی مدد نہ ہو تو وہ یکدم تازہ کیسے ہو گا؟

اگر وصال شدہ حضرات ظاہری اعمال جو اجسام سے تعلق رکھتے ہیں اُن سے منقطع ہیں تو باطنی اعمال جن کا تعلق ارواح سے ہے اُن سے تو فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ اگر اِس طرح نہ ہوتا اور وصول کا حصول نہ ہوتا تو صالح اولاد، وقف کے اقسام اور علم کی تعلیم جیسے اعمالِ جاریہ موت کے بعد اُن (وصال شدہ حضرات) کو اِن اعمال کا فائدہ نہ پہنچتا۔ حالانکہ یہ بات تو صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ اور اِسی وجہ سے ہی منکروں کا انکار دفع ہو جاتا ہے۔ مُلک اور ملکوت قدرت کے قبضے میں ہیں پھر مُلک کو ملکوت سے فائدہ حاصل ہو تو اِس میں کون سا عجب ہے؟ اِسی طرح ملکوت کو مُلک سے فائدہ حاصل ہو تو اِس میں کیا عبرت ہے؟

لھذا اولیاء کرام اور انبیاء عظام سے مدد مانگنا درست اور شرعاً جائز طے اور اِس کو حرام جاننے والا خود محروم ہے۔ زیادہ علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

پانچواں سوال:

"یَا شَیْخُ عَبْدَ الْقَادِرِ جِیْلَانِیْ شَیْئاً لِلّٰہِ" ورد پڑھنا درست اور مباح ہے یا نادرست، مکروہ اور حرام ہے؟

اِس سوال سے مراد ندا اور مدد مانگنا ہے اور یہ بات سوال نمبر ۳ اور ۴ کے
ں وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔ یہاں اِس کے طوالت کی ضرورت نہیں ہے
قل کے لئے تو اشارہ ہی کافی ہے۔

ں:

حضرت رسول اکرم ﷺ کے لئے بروزِ محشر شفاعت ثابت ہے یا نہیں؟ اور
شفاعت کی اجازت حضرت علیہ الصلاۃ و السلام کو حاصل ہے یا نہیں؟ اگر
ر سول اکرم ﷺ کو شفاعت کا اذن حاصل ہے تو اِس آیات کی کیا معنی ہے؟

ا الَّذِی یَشْفَعُ عِنْدَہٗٓ اِلَّا بِاِذْنِہٖ﴾ (٥٣)

وہ کون ہے جو اُس کے ہاں سفارش کرے بے اُس کے حکم کے۔

نْ شَفِیْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِہٖ﴾ (٥٤)

وئی سفارشی نہیں مگر اُس کی اجازت کے بعد۔

عُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَہٗ﴾ (٥٥)

شفاعت کام نہ دے گی مگر اُس کی جسے اذن دیدیا۔

القرآن"، سورة البقرة، الآیة: ٢٥٥

"القرآن"، سورة یونس، الآیة: ٣

القرآن"، سورة طه، الآیة: ١٠٩

تعالیٰ کے حکم کے بغیر ہمارا مقصود حاصل نہیں ہو گا۔ مگر وصال شدہ اولیاء کرام جو حقیق حاکم جل شانہ کے قرب سے خاص ہیں اور سلطنت باطنی کے مدد گار ہیں اُن کو دنیا کے زندہ لوگ عاجز سمجھتے ہیں حالانکہ ظاہر کا دومدار باطن پر ہے۔ اگر کوئی فعل باطن میں وجود نہیں لے رہا تو وہ ظاہر میں کیسے وجود لے گا؟ جیسے درخت کو باطنی پاڑ کی مدد نہ ہو تو وہ یکدم تازہ کیسے ہو گا؟

اگر وصال شدہ حضرات ظاہری اعمال جو اجسام سے تعلق رکھتے ہیں اُن سے منقطع ہیں تو باطنی اعمال جن کا تعلق ارواح سے ہے اُن سے تو فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ اگر اِس طرح نہ ہوتا اور وصول کا حصول نہ ہوتا تو صالح اولاد، وقف کے اقسام اور علم کی تعلیم جیسے اعمالِ جاریہ موت کے بعد اُن (وصال شدہ حضرات) کو اِن اعمال کا فائدہ نہ پہنچتا۔ حالانکہ یہ بات تو صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ اور اِسی وجہ سے ہی منکروں کا انکار دفع ہو جاتا ہے۔ مُلک اور ملکوت قدرت کے قبضے میں ہیں پھر مُلک کو ملکوت سے فائدہ حاصل ہو تو اِس میں کون سا عجب ہے؟ اِسی طرح ملکوت کو مُلک سے فائدہ حاصل ہو تو اِس میں کیا عبرت ہے؟

لھذا اولیاء کرام اور انبیاء عظام سے مدد مانگنا درست اور شرعاً جائز طے اور اِس کو حرام جاننے والا خود محروم ہے۔ زیادہ علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

پانچواں سوال:

"یَا شَیْخُ عَبْدَ الْقَادِرِ جِیْلَانِیْ شَیْئاً لِلّٰہِ" ورد پڑھنا درست اور مباح ہے یا نادرست، مکروہ اور حرام ہے؟

جواب:

اِس سوال سے مراد ندا اور مدد مانگنا ہے اور یہ بات سوال نمبر ۳ اور ۴ کے جواب میں وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔ یہاں اِس کے طوالت کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ عاقل کے لئے تو اشارہ ہی کافی ہے۔

چھٹا سوال:

حضرت رسول اکرم ﷺ کے لئے بروزِ محشر شفاعت ثابت ہے یا نہیں؟ اور دنیا میں شفاعت کی اجازت حضرت علیہ الصلاۃ و السلام کو حاصل ہے یا نہیں؟ اگر حضرت رسول اکرم ﷺ کو شفاعت کا اذن حاصل ہے تو اِس آیات کی کیا معنی ہے؟

﴿مَنْ ذَا الَّذِی یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ﴾ [53]

ترجمہ: وہ کون ہے جو اُس کے ہاں سفارش کرے بے اُس کے حکم کے۔

﴿مَا مِنْ شَفِیْعٍ اِلَّا مِنْ بَعْدِ اِذْنِهٖ﴾ [54]

ترجمہ: کوئی سفارشی نہیں مگر اُس کی اجازت کے بعد۔

﴿لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهٗ﴾ [55]

ترجمہ: شفاعت کام نہ دے گی مگر اُس کی جسے اذن دیدیا۔

---

(53) "القرآن"، سورة البقرة، الآية: ٢٥٥

(54) "القرآن"، سورة يونس، الآية: ٣

(55) "القرآن"، سورة طه، الآية: ١٠٩

﴿وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنِ ارْتَضَىٰ وَهُمْ مِنْ خَشْيَتِهِ مُشْفِقُونَ﴾ (٥٦)

ترجمہ: اور شفاعت نہیں کرتے مگر اُس کے لئے جسے وہ پسند فرمائے، اور وہ اس کے خوف سے ڈر رہے ہیں۔

جواب:

شفاعت ''شفع'' سے مشتق ہے جس کی معنی جفت ہے مگر یہاں مراد ہے کہ دوسے کی مدد کے لئے کوشش کرنا۔ اور یہ دو قسم پر ہے (۱) حصولِ نجات (۲) وصولِ درجات۔

اور رب تعالیٰ کی بارگاہ میں شفاعت بغیر عاجزی و دعا کے دوسری صورت میں نہیں ہے۔ اور آپ ﷺ کو علی العموم دنیا میں ہی شفاعت حاصل ہے بلکہ حکم بھی ہے اور اِس پہ یہ آیتِ کریمہ دلیل ہے۔

﴿فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ﴾ (٥٧)

ترجمہ: تو جان لے کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہیں، اور اے محبوب اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو۔

اور یہ بھی ثابت ہے کہ مؤمن کے لئے شفاعت اور مدد کرنا ہے اور کفار اور منافق لوگوں کے لئے شفاعت غیر ماذون ہے۔ جس طرح قرآن پاک میں ہے:

---

(56) "القرآن"، سورة الأنبياء، الآية: ٢٨

(57) "القرآن"، سورة محمّد، الآية: ١٩

﴿اسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ إِن تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَن يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ﴾ (٥٨)

ترجمہ: تم اُن کی معافی چاہو یا نہ چاہو، اگر تم ستر بار اُن کی معافی چاہو گے تو اللہ ہرگز اُنھیں نہیں بخشے گا۔

یہ آیتِ کریمہ عدمِ اذن (یعنی اجازت نہ ہونے) پر واضع دلیل ہے کہ کفار اور منافق کے لئے بخشش طلب کرنا اور اُن کی شفاعت کرنا مقبول نہیں ہے۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اِس کا بھی ماذون ہوتے تو اُن کے حق میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت بھی قبول ہوتی۔

معلوم ہوا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مومن کے لئے شفاعت اور مدد کرنے کے ماذون ہیں اور کفار و منافق کے لئے غیر ماذون ہین۔ پھر یہ آیت:

﴿مَن ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِندَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ﴾ (٥٩)

ترجمہ: وہ کون ہے جو اُس کے ہاں سفارش کرے بے اُس کے حکم کے۔

اور دوسری آیات ایسے شخص کے لئے جو کفار اور منافق کے شفاعت کا مرتکب ہو اُس کے لئے تہدید کے فائدے کے لئے ہیں۔ یعنی اِن (کفار و منافقین) کے لئے شفاعت کرے پھر بھر اِن کے لئے کوئی فائدہ نہیں ہے۔

اور مخفی نہ رہے کہ یہ آیات کفار کے لئے دعا مانگنے کے لئے صریح رد میں

(58) "القرآن"، سورة التوبة، الآية: ٨٠

(59) "القرآن"، سورة البقرة، الآية: ٢٥٥

نازل ہوئی ہیں جو اپنے باطل گمان میں یہ دعوی رکھتے تھے کہ رب تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ بت ہماری شفاعت کریں گے۔ پس جب اِس مقدمے نے تمہید کی صورت اختیار کرلی۔ پھر رسول اللہ ﷺ کی شفاعت مؤمنوں کے لئے دنیا اور آخرت میں احادیث کے نص سے ثابت ہے۔ جس طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کسے کی نمازِ جنازہ میں یہ دعا مانگی "اللّٰھمَّ أنتَ ربُّھا و أنتَ خلقتَھا و أنتَ ھدیتَھا الإسلامَ و أنتَ قبضتَ روحَھا و أنتَ أعلمُ بسرِّھا و علانیتِھا جئنا شفعاءَ، فاغفر له" یعنی، اے ہمارے اللہ! تو اِس کا رب ہے، تو نے اِس کو پیدا فرمایا ہے، اور تو نے ہی اِس دکو اسلام کے ہرف ہدایت عطا فرمائی ہے، اور تو ہی اِس کی ظاہر اور باطن کو جانتا ہے، پس ہم اِس کے لئے شفیع بن کر آئے ہیں لھذا اِس کو بخش دے۔

اِس حدیث کو امام ابو داؤد (٦٠) نے روایت فرمایا ہے۔

یعنی آپ ﷺ نے نمازِ جنازہ میں یہ دعا مانگی کہ ہم اِس میت کے لئے شفاعت کرنے والے اور مددگار بن کر آئے ہیں۔ اور یہ الفاظ اذنِ شفاعت پر صریح مبنی ہیں۔ ہاں! بغیر اذن کے کسی کو کیا مجال کہ وہ شفاعت کرے۔

"مشکواۃ شریف" کے باب السجود (٦١) میں ہے کہ: "حضرت سعد بن

---

(60) "سنن أبي داؤد"، كتاب الجنائز، باب الدعاء للميت، الحديث: ٣٢٠٠، ٥/ ١٠٩.

(61) "مشكاة المصابيح"، كتاب الصلاة، باب في سجود الشكر، الفصل الثاني، الحديث: ١٤٩٦، ١/ ٤٧٣.

ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن ہم نبی کریم ﷺ کی رفاقت میں مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کے طرف آرہے تھے جب ہم "غزوزاء" کے مقام جو مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے بیچ میں ہے کو قریب ہوئے تو آپ ﷺ نے وہاں نزول فرمایا، پھر آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ بلند فرمائے کچھ دیر دعا کے بعد آپ ﷺ سجدے میں تشریف لے گئے، کافی دیر کے بعد سجدہ سے باہر آئے پھر دعا مانگی پھر طویل سجدہ کیا پھر دعا مانگی اور پھر طویل سجدہ کیا۔ یعنی تین مرتبہ دعا مانگی اور تین مرتبہ سجدہ فرمایا اُس کے بعد آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ اِنِّیْ سَاَلْتُ رَبِّیْ وَ شَفَعْتُ لِاُمَّتِیْ یعنی میں نے رب العالمین کی بارگاہ میں دعا مانگی اور اپنی امت کے لئے شفاعت طلب فرمائی کہ اپنی ساری امّت کے ساتھ محشر کی ہولناک جگہ پر مدد کرتے ہوئے ساتھ رہوں جیسا کہ حساب کی جگہ اور میزان اور پل صراط اِس کے علاوہ دیگر مقامات، پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے میری امت کا تہائی حصہ عطا فرمایا کہ اُن کی خوف کے مقامات پر میں مدد کروں۔ پھر میں نے اپنے پروردگار کی بارگاہ میں شکرانے کا سجدہ کیا پھر میں نے اپنی امّت کے لئے دعا مانگی تو اللہ تعالیٰ نے پھر تہائی امت عطا فرمائی، پھر میں ربّ تعالیٰ کی بارگاہ میں سر بسجود ہوا، پھر میں نے اپنی امت کے بارے میں دعا مانگی تو اب اللہ تعالیٰ نے میری امّت کا آخری حصہ بھی عطا فرمایا۔ پس اِس آرزو بجا آوری پر میں ربّ کی بارگاہ میں سر بسجود ہوا۔"

یہ حدیث بھی رسول اللہ ﷺ کے دنیا میں اپنی امت کے لئے شفاعت کرنے اور شفاعت مقبول ہونے پر دلیل ہے۔ اور اِس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ

اِس امت کی شفاعت کا اذن دنیا میں ہی مقبول ہے۔ اور یہ امت بروزِ قیامت آپ ﷺ کے طرف ہی شفاعت کے لئے رجوع کرے گی۔ اور گذشتہ اُمتیں حضرت سیدنا آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام تک شفاعت کے لئے رجوع کریں گی۔ اور انبیاء ورسل علیہم السلام بھی شفاعت کے لئے سبقت نہیں کریں گے اپنی امتوں کو نبی کریم ﷺ کے بارگامیں بھیجیں گے کیونکہ شفاعت کا باب حضور اکرم ﷺ کے مبارک ہاتھوں سے ہی کھلے گا۔ اور آپ ﷺ کے طفیل ہی تمام انبیاء، رسل اور اولیاء میدانِ شفاعت میں مسابقت کریں گے۔

نماند بعصیاں کسے در گرو
که دارد چنیں سید پیشرو

(شیخ سعدی علیہ الرحمہ [62])

ترجمہ: کوئی بھی (مسلمان) بندہ گناہوں کے سبب جہنم میں قید نہیں رہے گا، کیونکہ سید ﷺ جو پیشوا ہے۔

سابقہ اُمتیں جب رسول اللہ ﷺ کے طرف رجوع کریں گی تب آپ ﷺ "امتی امتی" پکارتے جائیں گے۔ اور آپ ﷺ کا یہ فرمان سابقہ امتوں کی شفاعت کرنے پر گواہی دیتا ہے کہ اُن کو آپ ﷺ "امتی امتی" کے خطاب سے مشرف فرما کر اپنے طرف منسوب فرمایا ہے۔ اور یہ امت تو دنیا میں ہی حضور اکرم

---

(62) "بوستان"، فصل: در نعت سیّد المرسلین ﷺ، ص ـ ۵.

صلی اللہ علیہ وسلم کی قبولِ شفاعت کی بشارت دی ہوئی ہے۔ مگر قیامت میں درجات کے بلندی کی شفاعت میں امیدوار ہے۔ اس پر تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں۔

ساتواں سوال:

اہل سنت و جماعت کے چار مذاہب یعنی حضرت امام اعظم، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم حق پر اور ثابت ہیں یا نہیں؟ اگر یہ حضرات حق پر ہیں تو پھر کوئی شخص ان کے مذہب کا منکر ہو اور ان کے مذہب کو قبول نہیں کرتا تو اُس کے لئے کیا حکم ہے؟

اور علمِ فقہ پر عمل کرنا درست اور جائز ہے یا بدعت و ناجائز؟ اگر کوئی علمِ فقہ کا انکار کرتا ہے تو اُس کے لئے کیا حکم ہے؟ اور چاروں مذاہب اور علمِ فقہ کا ثبوت دلائل قویہ سے بیان فرمائیں۔

جواب:

جب ہر مؤمن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع کرنے کا حکم ہے تو پھر سنتِ نبوی پر عمل کرنا صحابہ کرام علیہم الرضوان کی اقتدا کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ پس یہ کمال، اخبار و آثار کی مکمل پیروی کرنا، صحیح و ضعیف، ناسخ و منسوخ احادیث اور احوالِ رواۃ وغیرہ کے علم کے بغیر سنتِ نبوی کا راستہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ اور فقہاء و علماء میں سے کوئی بھی مطلق اجتہاد کے درجے نہیں پہنچے ہوئے جس طرح یہ حضرات اس مقام پہ پہنچے ہوئے ہیں۔ یعنی قرآن کریم، سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، اجماعِ امت اور قیاس میں سے قواعد کے اصول اور فرعی احکام کے استنباط کرنے کی بنیاد پر زمانے میں متفرد

ہوئے۔ اور یہ حضرات (فقہاء کے) سات طبقات میں سے اول طبقے والے ہیں۔ اور جو باقی چھ طبقات والے حضرات ہیں وہ ادلہءِ اربع سے قواعد کی بنیاد رکھنے کی استطاعت نہیں رکھتے۔

پھر اُن میں سے بعض اپنے مذہب میں مجتہد ہوئے اِس طرح کہ اپنے مذہب کے قواعد کے مطابق ادلہ اربعہ سے احکام کا استنباط کرتے ہیں۔ اور بعض مسائل میں مجتہد ہوئے اِس طرح کہ انہوں نے ان مسائل کی تخریج کی جو امام سے مروی نہیں تھے۔ باقی جو چار طبقات ہیں وہ سب کے سب مقلد بنے کہ اُن کو اجتہاد کی طاقت نہیں ہے۔ پھر اِن میں سے بعض اصحاب تخریج کہلائے تو بعض اصحاب ترجیح کہلائے، بعض اصحابِ تمیز کہلائے۔ پھر اُن میں سے بعض وہ ہیں جو تمیز کی بھی صلاحیت نہیں رکھتے پس وہ اپنے مذہب کی روایات جمع کرنے والے کہلائے۔ اِسی طرح ''تحفة الاخیار''[٦٣] میں ہے[٦٤]۔

جب ائمّہ اربعہ کا رُتبہ واضح ہوا تو عوام و خواص مسلمانوں پر اِس حدیث کی اقتضاء سے ائمہ اربعہ کی اتباع واجب ہوئی، وہ حدیث اِس طرح ہے کہ: يَؤُمُّ الْقَوْمَ

---

(63) اس کتاب کا نام ''تحفة الاخیار شرح الدر المختار'' ہے۔ اس کا مصنّف علامہ ابراہیم بن محمّد بن ابراہیم الحلبی الحنفی متوفیٰ ۹۵٦ھ ہے۔ دیکھئے: ہدیۃ العارفین، ۱/۳۹، یہ شرح طبع شدہ نہیں ہے، فقیر کے کتب خانے میں اس شرح کی ایک جلد موجود ہے۔

(64) "تحفة الأخيار"، المقدّمة، ١/ ق ٥ ألف.

اَعۡلَمُهُمۡ بِالسُّنَّةِ [۶۵] یعنی قوم کا امام وہ ہو جو سنت کو زیادہ جاننے والا ہو۔ اور ائمہ اربعہ کی اقتضاء صحابہ کرام علیہم الرضوان کی عین اقتداء ہے۔ اور یہ اقتدا حضور اکرم ﷺ کی عین اتباع ہے۔ لأنّ الموصلَ الی الموصلِ إلی شیء موصل إلی ذالك شیء یعنی کسی چیز تک پہنچنا اسی چیز تک پہنچنا ہے۔

تفسیر مدارک میں ہے اِس آیۃ ﴿وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ﴾ [۶۶] کی تفسیر میں ہے: "هم الذین اتبعوهم بالایمان و الطاعة الی یوم القیامة" [۶۷] یعنی، صحابہ کرام کے تابع وہ حضرات ہیں جو ایمان اور اطاعت میں قیامت تک اُن کی اتباع کرتے ہیں۔

لہذا صحابہ کرام علیہم الرضوان کی مکمل اتباع، مذاہبِ اربعہ کی تقلید کرنے کے علاوہ مشکل ہے۔ کیونکہ کوئی شخص بھی ائمہ اربعہ کے اجتہاد کے درجے تک پہنچا ہوا نہیں ہے۔

---

(65) کامل حدیث اِس طرح ہے: يَؤُمُّ الْقَوْمَ أَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللهِ فَإِنْ كَانُوا فِي الْقِرَاءَةِ سَوَاءً فَأَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ ...... إلخ. ("سنن الترمذي"، أبواب الصلاة، باب ما جاء من أحق بالإمامة، الحديث: ۲۳۵، ۱/ ۴.

ترجمہ: قوم کا امام وہ جو کتاب اللہ کا زیادہ قاری ہو، پس اگر قراءت میں برابر ہوں تو پھر وہ امام ہو جو زیادہ سنّت کو جاننے والا ہو............ الخ۔

(66) "القرآن"، سورة التوبة، الآية: ۱۰۰

(67) "مدارک التنزیل"، سورة التوبة، تحت الآية: ۱۰۰، ۲/ ۴۴۲.

اور دنیا کے اقطاب جو زمانے کے سب سے بڑے علماء تھے انہوں نے بھی تقلید کا دوپٹہ اپنی گردن سے نہیں نکالا۔ اور اِسی حالت میں (یعنی مقلد بن کر) رب تعالیٰ کے قرب تک پہنچ گئے۔ پس یہ گواہی مذاہبِ اربعہ کی حقانیت پر روشن دلیل ہے، اور امت کے علماء، اولیاء اور صلحاء کا اس بات پر اجماع منعقد ہے۔

اصول فقہ کی کتاب "شاشی" [۶۸] اور دیگر کتابوں میں ہے: "اجماع ھذہ الامت بعد ما توفی رسول اللہ ﷺ فی فروع الدین حجة موجب للعمل شرعا کرامة لھذہ الامة" یعنی: "رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد فروعِ دین میں اس امت کا اجماع حجت ہے۔ اس امت کے کرامت کے پیش نظر شریعت میں اس پر عمل کرنا واجب ہے۔ پھر اجماع کی چار قسمیں ہیں:

(۱) بصراحت کسی واقعہ کے حکم پر صحابہ کرام کا اجماع۔

(۲) بعض کے نص اور باقی کے سکوت کے ساتھ اجماع۔

(۳) صحابہ کرام کے بعد حضرات کا اس مسئلہ میں اجماع جس میں صحابہ کا کوئی قول موجود نہ ہو۔

(۴) اقوالِ سلف میں سے کسی ایک قول پر اجماع۔

اب پہلا اور دوسرا قسم بمنزلہ کتاب اللہ کی آیۃ کی طرح ہے۔ اور تیسرا قسم

---

(68) اس کتاب کا اصل نام "الخمسین فی الاصول" ہے، بعد میں یہ کتاب "اصول الشاشی" کے نام سے مشہور ہوئی۔ اس کا مصنف علامہ ابو علی نظام الدین احمد بن محمدؒ بن اسحاق الشاشی الحنفی متوفی ۳۴۴ھ ہے۔ دیکھئے: ہدیۃ العارفین، ۱/ ۶۲ ، اور یہ کتاب طبع شدہ ہے۔ کئی حنفی علماء نے اِس کتاب پر شرح وحواشی کا کام کیا ہے۔

بمنزلہ مشہور حدیث کے ہے اور چوتھا قسم صحیح حدیث کی طرح ہے۔ و المعتبر فی هذه الباب اجماع اهل الرأی و الاجتهاد فلا یعتبر بقل العوام و المتکلم و المحدث الذی لا بصیرة له فی اصول الدین یعنی اس باب میں اہل رائے اور اہل اجتہاد کا اجماع معتبر ہے، پس عوام اور متکلم اور اس محدث کا قول معتبر نہ ہوگا جس کو اصولِ فقہ میں بصیرت نہ ہو" (۶۹)۔ یہاں مترجم کی عبارت مکمل ہوئی۔

جب چاروں مذاہب صحابہ کرام علیہم الرضوان کے بعد اجماع سے ثابت ہیں تو گویا کہ صحیح اور مشہور حدیث سے متحقق ہیں۔ اِسی لئے اِن مذاہب کا منکر اور اِن کے ثبوت کا منکر ایسا ہے گویا کہ وہ حدیثِ مشہور اور صحیح حدیث کا منکر ہو، پس جو سزا حدیثِ مشہور و حدیث صحیح کے منکر کی ہے وہی سزا مذہب کے منکر کی بھی ہے۔ اور چاروں مذاہب کے امام حق کے طالب اور مطلق اجتہاد کے صاحب تھے۔ اور علم فقہ، قرآن و حدیث کا پھل ہے۔ اور یہ مأمور بہ بھی ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ﴾ (۷۰) ترجمہ: کہ دین کی سمجھ حاصل کریں۔

اور صحیح حدیث سے مرغوب ہے جس طرح رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

---

(69) أصول الشاشي، الباب الثالث في الإجماع، صـ ۹۳

(70) "القرآن"، سورة التوبة، الآية: ۱۲۲

مَنۡ یُرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیۡرًا یُفَقِّھۡہُ فِی الدِّیۡنِ [71] یعنی، جس سے اللہ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اُسے دین میں سمجھ عطا فرماتا ہے۔ پس فقہ پر عمل کرنا وجب ہے اور اِس کا منکر کاذب (جھوٹا) ہے۔

علمِ فقہ کیا ہے؟ یہ قرآن وحدیث کے احکام کا فہم ہے۔ اور یہ چار اقسام پر مبنی ہے۔

(۱) فہمِ وجوہِ الفاظ: یعنی الفاظ کے وجوہات میں فہم، اور یہ لفظ خاص ہے اور عام، مشترک، مؤول ہے۔

(۲) فہم وجوہِ بیانی: یعنی بیانی وجوہ کا فہم، یہ اُن الفاظ کے ساتھ تعلق رکھتا ہے جو الفاظ ظاہر، نص، مفسر، محکم ہوں، اور ظاہر کا مقابل خفی، نص کا مقابل مشکل، مفسر کا مقابل مجمل، اور محکم کا مقابل تشابہ ہے۔

(۳) فہمِ وجوہِ استعمال: یعنی وجوہِ استعمال کا فہم، یہ وہ الفاظ ہیں جیسا کہ حقیقت، مجاز، صریح اور کنایہ۔

(۴) اِن الفاظ کی مراد اور معانی پر واقف ہونے کا فہم: جیسا کہ عبارۃ النص، اشارۃ النص، دلالت النص، اقتضاء النص۔ پھر اِن چار اقسام کے علاوہ ایک اور پانچواں قسم بھی ہے جو چار اقسام پر مشتمل ہے۔ (۱) لفظ کی اصل مادہ کا فہم۔ (۲) راجح و مرجوح

---

(71) "صحيح البخاري"، كتاب العلم، باب من يرد الله به خيراً يفقهه في الدين، الحديث: ۷۱، ص۔ ۳۰.

کی ترتیب کا فہم، (۳) لغوی اور شرعی معانی کا فہم۔ (۴) احکامِ قطعی و ظنی وغیرہما کا فہم۔

جب علمِ فقہ اِن مذکورہ اقسام کا خلاصہ ہے پس اس پر عمل کرنا یہ اسلام کی کمالیت ہے اور اہلِ ظواہر کا عمل بالکل ناقص اور ناتمام ہے۔ والعلم عند اللہ اور زیادہ علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

سوال (۸):

نبی اور ولی کے وسیلہ سے لفظ "حق" کے ساتھ دعا مانگنا مثلاً "بحق النبی" یا "بحق فلاں ولی" کہنا درست ہے یا مکروہ یا بدعت و حرام؟

جواب:

نبی اور ولی کا وسیلہ لینا بغیر واسطے "بحق" کے مستحب ہے "حصن الحصین"[72] میں ہے کہ: "ویتوسل الی اللہ بانبیاء و الصالحین فانه عبادة" یعنی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انبیاء اور اولیاء کا وسیلہ لینا، یہ عبادت ہے۔

"صحیح بخاری" میں ہے کہ: اَللّٰهُمَّ إِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا یعنی اے اللہ! بیشک ہم آپ کی بارگاہ میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ لیتے تھے پھر آپ نے ہم کو برسات کے پانی سے سیراب فرمایا، اور اب ہم بیشک آپ کی بارگاہ میں ہمارے

---

(72) "حصن الحصین"، آداب الدعاء، ص۔ ۲۵

نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی چچا کا وسیلہ لیتے ہیں پھر ہم برسات کے پانی سے سیراب کیے جاتے تھے۔

باقی کلمہ "بحق" کی واسطے سے وسیلہ مانگنا اس کو "در مختار" میں مکروہ لکھا ہے، اور فرمایا ہے کہ: سائل کا قول: اے اللہ! تیرے رسول کے حق سے یا انبیاء و اولیاء کے حق سے یا بیت (یعنی بیت اللہ) کے حق سے ہماری دعا قبول فرما یہ مکروہ ہے، کیونکہ خالق پر مخلوق کا کوئی حق نہیں ہے۔[73] اھ

اور تفسیر المدارک[74] میں ہے: "لایجب علی اللہ شیئاً یعنی، رب تعالیٰ پر بندوں کے لئے کوئی چیز واجب نہیں ہے، بخلاف معتزلہ کے کہ وہ کہتے ہیں کہ اچھے اعمال کا ثواب اللہ تعالیٰ پر واجب ہے۔" اھ

مخفی نہ رہے کہ یہ کلمہ "بحق" حقیقت پر محمول ہے تو واجب لعینہ ہے، پھر اسی اعتبار سے کراہت کا حکم رکھتا ہے، اور جب اس کو کلمہ کو مجاز پر محمول کیا جائے تو واجب لغیرہ ہو جائے گا اب بلا کراہت جائز ہے، جس طرح قرآن پاک میں ارشاد ہے:

﴿وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ﴾[75]

ترجمہ: اور ہمارے ذمۂ کرم پر ہے مسلمانوں کی مدد کرنا۔

اور نہ اس طرح کہ اگر ہم مدد نہ کریں تو ظلم کی نسبت ہمارے اوپر صادق

---

(73) "الدر المختار"، کتاب الحضر و الإباحة، باب الاستبراء، فصل: فی البیع، صـ ٦٦٢

(74) "تفسیر المدارک"، سورة النساء، تحت الآیة: ١٧، ١/ ٢١٦.

(75) "القرآن"، سورة الروم، الآیة: ٤٧.

آجائے، پس یہ وجب وعدہ وفائی کے سبب سے ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل عمیم سے اپنے اوپر واجب فرمایا ہے، جس طرح قرآن پاک میں ارشاد ہے:

﴿كَتَبَ اللّٰهُ لَأَغْلِبَنَّ أَنَا وَرُسُلِي﴾ (۷۶)

ترجمہ: اللہ لکھ چکا کہ ضرور میں غالب آؤنگا اور میرے رسول۔

ورنہ کسی کا بھی حق رب تعالیٰ پر واجب نہیں ہے۔

تعالیٰ اللہ عمّا یتوھّمُ الظالِمون

اللہ تعالیٰ اس سے بلند ہے جو ظالم لوگ گمان کرتے ہیں۔

پس یہ ظاہر ہوا کہ "بحق" کہنا لغیرہ ہے نہ کہ لعینہ کہ حقیقت پر محمول ہو، اور یہ کلمہ مجاز پر محمول ہے۔ اِسی وجہ سے حضور اکرم ﷺ نے "بحق" کلمہ کے ساتھ دعا مانگی ہے، جس طرح شیخ عبد الحق دہلوی "جذب القلوب" (۷۷) میں فرماتے ہیں: "حضور اکرم ﷺ نے بنت اسد حضرت امیر المؤمنین علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر پر تشریف فرما کر اس طرح دعا مانگی "بحق نبیك و الانبیاء الذین

---

(76) "القرآن"، سورة المجادلة، الآية: ۲۱

(77) اس کتاب کا مکمل نام "جذب القلوب إلی دیار المحبوب "ہے، یہ کتاب امام فقیہ محدث شیخ عبد الحق دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ کی تصنیف ہے، مصنف نے اپنے اِس تصنیف میں مدینہ منورہ کی تاریخ لکھی ہے۔ دیکھئے: نزہۃ الخواطر، ۵/ ۵۵۵، اور یہ کتاب طبع شدہ ہے۔

من قبل" (۷۸) یعنی اے اللہ! تیرے نبی کے حق سے اور ان انبیاء کے حق سے جو مجھ سے پہلے گذرے ہیں۔

پس یہ حدیث انبیاء اور اولیاء کے وسیلہ میں "بحق" کلمہ لانے پر دلیل ہے، اور کنز العبرۃ میں ہے: حضور اکرم ﷺ نے اس طرح دعا مانگی تھی "اللهم انی اسالك بحق محمد ﷺ و آل محمد أن لا تعذب هذه القبر" یعنی اے اللہ! محمد ﷺ اور آلِ محمد کے حق سے سوال کرتا ہوں کہ اِس قبر پر عذاب نہ فرما۔

پس کلمہ "بحق" مجاز پر محمول ہے، اور حضور اکرم ﷺ سے متعارف مروی ہے، اگر اِس کلمہ "بحق" سے واسطہ کی معنی مراد لی جائے تو جائز ہے اور درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم، اللہ تعالیٰ زیادہ جاننے والا ہے۔

سوال (۹):

طعام وغیرہ اور حلال چیزوں کا ثواب مردوں کے ارواح تک پہنچتا ہے یا نہیں؟ اور مردوں کے ارواح کو ایصالِ ثواب کرنا درست اور جائز ہے یا حرام؟

جواب:

"بدائع" (۷۹) میں ہے: "جو شخص روزہ رکھے یا نماز پڑھے یا صدقہ دے پھر اُن کا ثواب مردہ اور زندہ لوگوں کو بخشے یہ جائز ہے۔ اور اہل سنت و جماعت کے

(78) "جذب القلوب إلى ديار المحبوب"، قبر فاطمۃ بنت أسد، ص ۱۵٦

(79) اس کتاب کا نام "بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع" ہے، اس کا مصنف علامہ علاء الدین ابو بکر بن مسعود الکاسانی الحنفی متوفیٰ ۵۸۷ھ ہے۔ یہ کتاب اصل میں "تحفۃ الفقہاء" جو صاحب بدائع الصنائع کے استاذ محمّد بن احمد السمرقندی حنفی متوفیٰ ۵۴۰ھ ہیں، اِس کتاب کی شرح ہے، صاحب بدائع جب یہ شرح مکمل کر کے اپنے استاذ

=

کا ثواب مردہ اور زندہ لوگوں کو بخشے یہ جائز ہے۔ اور اہل سنت و جماعت کے نزدیک اِن اعمال کا ثواب مردہ یا زندہ لوگوں تک پہنچتا ہے" [۸۰]۔

"بحر الرائق" کے باب الحج [۸۱] میں ہے: "علماء کے اطلاق سے یہ بات ظاہر ہے کہ فرض اور نفلی عبادات میں فرق نہیں ہے۔ اور اگر اِن دونوں کا ثواب مردہ یا زندہ لوگوں کو بخشے تو یہ درست ہے۔ اور ثواب پہنچتا بھی ہے۔ البتہ اگر فرض عبادت کا ثواب بخشا جائے تو اُس فرض کا دوبارہ ادا یا قضا کرنا واجب نہیں ہے، کیونکہ ایصالِ ثواب کرنے والے کے طرف سے اُس فرض کو ادا کرنے سے یہ فرض ساقط ہو جاتا ہے اور (قاعدہ یہ ہے کہ) السّاقط لا یعود یعنی ساقط شدہ چیز دوبارہ واپس نہیں آتی۔ اور جس کے طرف سے ایصالِ ثواب کیا گیا اُس کو بھی ثواب پہنچتا ہے، کیونکہ ایصالِ ثواب کرنے والے کے ذمہ سے عدمِ ثواب عدمِ سقوط و لازم نہیں کرتا اور میں نے یہ بات کہیں بھی نہیں دیکھی ہے۔" انتھی

"عالمگیریہ" میں ہے: "انسان کو جائز ہے کہ اپنے اعمال کا ثواب دوسرے کو پہنچائے، پس وہ عمل چاہے نماز ہو یا روزہ، خواہ صدقہ ہی ہو۔ اِسی طرح اِس کے علاوہ

=

کے بارگاہ میں پیش کی تو صاحب تحفۃ الفقہاء نے اس شرح کو پسند فرمایا اور اس خوشی میں اپنی بیٹی فاطمہ کا نکاح اپنے شاگرد کے ساتھ کروایا۔ دیکھئے: کشف الظنون، ۱/ ۳۷۱، یہ شرح طبع شدہ ہے۔

(80) "بدائع الصنائع"، کتاب الحج، فصل: في التعرض لنبات الحرم، ۳/ ۲۷۰

(81) "بحر الرائق"، کتاب الحج، باب الحج عن الغير، ۳/ ۱۰۵۔ ۱۰۷ ملخصاً۔

دیگر اعمال کا ثواب جیسے حض، قراءۃ قرآن، ذکر اور انبیاء علیہم السلام، شہداء، اولیاء اور صلحاء اولی الاحترام (یعنی جو احترام کے لائق ہیں) کی مزارات کی زیارت کا ثواب، تکفین اموات اور اِسی طرح دیگر تمام اچھے اعمال۔ اِسی طرح "غایۃ السروجی"[۸۲] میں ہے۔"[۸۳]

هذه غاية الجواب، والله تعالیٰ اعلم بالصواب

پس یہی جواب کی انتہاء ہے۔ اور سب سے زیادہ جاننے والا اللہ تعالیٰ ہے۔

اللہ تعالیٰ کے بیشمار رحمت ہو شفاعت کے صاحب اور ان کے اصحاب و تابعین پر اور اہل السنت والجماعت پر بھی ہمیشہ۔ اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے! اپنی رحمت کے طفیل یہ دعا قبول فرما۔

تمام شُد ترجمہ

---

(82) اس کتاب کا نام الغایۃ فی شرح الھدایۃ ہے، اس کا مصنف قاضی ابو العباس احمد بن ابراہیم سروجی حنفی متوفی ۷۱۰ھ ہے، ہدایہ کی اس شرح کو بغیر تکمیل کیے مصنف کا وصال ہوا پھر قاضی سعد الدین محمد دمیری متوفی ۸۷۶ھ نے اس شرح کا کتاب الایمان سے کتاب المرتد تک ٦ جلدوں میں تکملہ لکھا۔ دیکھئے: کشف الظنون، ۲/ ۲۲۲؟، یہ شرح طبع شدہ نہیں ہے۔

(83) "الفتاوى الهندية"، كتاب المناسك، الباب الرابع عشر في الحج عن الغير، ١/ ٢٥٧

کشف مبہم مشکلات
(فارسی متن)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً و مسلماً: میگوید احقر العباد فضل اللہ پاٹائی عفی اللہ ذنوبہ و ستر عیوبہ :- ایں رسالہ است محتوی بر چند مسؤلات بمعہ اجوبہ منقولات کہ باستدعائے سائلے بقید تحریر و حسن تقریر آمدہ

رباعی

کشف مسؤلات مبہم شد عجائب اجوبات
گشت نام ایں رسالہ کشف مبہم مشکلات
نام باسالش موافق، اسم بر رسمش گواہ
تحفہءِ ارباب علم و ھدیہءِ اہل نجات

وبتوفیق اللہ تعالیٰ این نہ طباق مسؤلات را در انطباق اجوبہ منقولات مطوی ساختہ، و عروسان عربیہ را بہ پیرائش حلہ پارسی پیراستہ۔ و اللہ الموفّق و المُعین۔

المسؤل الاول:

بوقت شنیدن اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللهِ در آذان ہر دو نر انگشتان بر چشمان نہادن و بوسیدن درست و مباح است یا مستحب یا مکروہ یا بدعت یا حرام؟

المنقول:

در "بیاض ہاشمی" از "مضمرات" و "فتاوی ناصری" آوردہ کہ: "در شنیدن شہادت ثانیہ

در آذان ہر دو انگشت بر چشمان سنّت است"۔ در "فتوح الاوراد" آوردہ باید کہ: "دریں وقت ہر دو انگشتان شہادت بر چشم نہد کہ از امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ مروی است کہ در وقت شہادتِ ثانیہ ہر دو سبابہ بر چشم می نہاد و میگفت اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ"۔

اندریں باب احادیث بسیار وارد است لیکن خالی از ضعف نیست۔ چناچہ در "تذکرۃ الموضوعات" اکثر احادیث آوردہ و بیانِ ضُعف نمودہ مگر حدیثِ سابق از علی کرم اللہ وجہہ بلا بیان ضُعف نقل کردہ۔ و در "متانۃ الروایات" آوردہ: "اما حدیث مسح العینین بباطن سر انگشت سبابہ یا ہر دو نرا انگشت و بوسیدن آن بوقت سماع اسم آن سرور صلی اللہ علیہ وسلم از زبان موذن، علماء میگوید کہ بصحت نہ رسیدہ و حکم بوضع ایں حدیث نیز نکردہ اند۔ بلکہ بعض میگوید کہ در تجربہ آمدہ است کہ بوسیدن در انگشت دریں وقت، و بر چشم نہادن موجب عدم بینائی چشم گردیدہ۔ و بعضے اہل تجربہ گفتہ کہ کسانے کہ بہ بینائی مبتلا شدند، پس ایں عمل سبب انجلاء ابصار واوشاں گردیدہ"۔ انتھیٰ

و در "کنز العباد" حدیث آوردہ کہ: "مَنْ سَمِعَ اِسْمِیْ فِی الْاَذَانِ یعنی فرمود پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کہ ہر کہ شنید نام من در آذان وَ وَضَعَ اِبْھَامَیْہِ عَلٰی عَیْنَیْہِ و نہاد ہر دو انگشت بر چشمان خود فَاَنَا طَالِبُہٗ فِیْ صُفُوْفِ الْقِیَامَۃِ پس من جوئیدہ او باشم در صفوف قیامت وَ قَائِدُہٗ اِلَی الْجَنَّۃِ و رسانید او بسوئے بہشت"۔ انتھیٰ

و در "مقدمۃ الصلاۃ" آوردہ: "چوں نام نبی صلی اللہ علیہ وسلم بشنود ابہام بوسید و بر دیدہ نہد کذا فی "خزانۃ الروایات"۔ انتھیٰ

ازیں روایات منقولہ بوضوح پیوستہ کہ قائل بحرمت یا کراہت وبدعیت ایں امر کسے نیست واحادیثے کہ اندر ایں باب ورود یافتہ از ضُعف خالی نباشد، مگر حدیث امیر المؤمنین کرم اللہ وجہہ کہ مذکور شد بدرجۂ صحت رسیدہ۔ پس عمل بایں اقسام حدیث اگرچہ منسوب بضُعف باشد موجب استحباب است چراکہ شیخ علی قاری در تصنیف خود مسمیٰ بہ "عجالت الوقت" آوردہ: "إنّه یستحبُّ العملُ بالحدیثِ الضَّعیفِ "یعنی مستحب است عمل کردن بحدیث ضعیف ما لم یکن موضوعاً تا زمانیکہ بدرجۂ موضوع نرسیدہ باشد۔ پس ہر دو انگشت بوسیدن بر چشم نہادن مطابق احادیث روایات منقولہ موجب سنّت است نہ کراہت وبدعت وحرام۔

المسؤل الثانی:

عرس حضرت رسول کریم ﷺ در ہر سال نمودن ویازدہم حضرت غوث الاعظم پیر دستگیر قدّس اللہ سرّہ در ہر سال کردن، وایں الفاظ گفتن کہ ایں طعام عرس حضرت رسول اللہ ﷺ وطعام یازدہم میباشد۔ شرعاً خوردن ایں طعام درست است و مباح وحلال است یا مکروہ وحرام است؟ پس اگر حلال است معنی آیۃ کریمہ ﴿وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللهِ﴾ چہ میشود؟

المنقول:

در ضمن ایں مسؤل چند مسائل مندرج است

اولاً: عرس حضرت رسول الثّقلین ﷺ: در "مواہب اللّدنیہ "منقول است: "روی أبولھب بعد موته فی النّوم دیدہ شُد ابو لہب کافر را بعد موت او در معائنۂ خواب

فقیل له ماحالُك؟ پس گفتہ شُد او راچہ طور است حال تو؟ فقال فی النّار پس جواب داد کہ در آتش دوزخ میباشم۔ إلاإنه خُفِّفَ من کلّ لیلة اثنین باوجودیکہ تخفیف کردہ شُد از من در ہمہ شب دوشنبہ و اَمصُّ من اصبعین ھاتین ماءً ومینوشم از ہمیں دوانگشتان آب سرد واشارَ برأس اِصبعَیه و اشارت کرد بسر دوانگشت خود واِنّ ذالك بِإعتاق ثُویبةَ وبدرستی کہ ایں نعمت حاصل شُد مرابسبب آزاد کردن من کنیزک رانام کنیزک ثوبیہ بود عند مابَشّرتُنی بولادة النبیّ ﷺ بوقتے کہ بشارت داد مرا آں کنیزک بولادت پیغمبر ﷺ وبِإرضاعھا له وایں نعمت حاصل شُد مرابسبب شیر دادن کنیزک من آں سرور ﷺ را۔ انتہیٰ

ابن جوزی کہ اکابر علماء است ایں جا آوردہ کہ چوں ابولہب کافر موذی پیغمبر ﷺ کہ قرآن بذم آں کافر نزول یافتہ بسبب خوشی مسرت ولادت آنحضرت ﷺ بتخفیف عذاب در ہر دوشنبہ ونوشیدن آب سرہائے دوانگشت فائز شُدہ۔ چہ حال مسلم مُوحِّد باشد کہ بسرور ولادت آنسرور ﷺ طعام ولیمہ وشادی تیار کند وبفقراء و اقرباء خوراند کہ وجود مسعود آنحضرت ﷺ باعث رحمت عالم وعالمیاں گردید اُمید است کہ صانعان ولیمہ عرس رااو تعالیٰ جلّ شانہٗ بفضل عمیم خویش اگرچہ ملوث بگناہاں باشد داخل جنات النّعیم فرماید۔ تمام شُد ترجمہ کلام ابن جوزی۔

مؤلّف گوید کہ فرحت و سرور بولادت سرورِ کائنات ﷺ کہ منشائے رسالت و نُزول قرآن و حصولِ ہدایت و ایمان است بدلالت نصّ فرقان بطریق اولویت ثابت وماموراست لقوله تعالیٰ ﴿قُلْ بِفَضْلِ اللهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوا هُوَ

خَیْرٌ مِمَّا یَجْمَعُوْنَ ﴾ مفسر آں چناچہ "مدارک" و "بیضاوی" فضل و رحمت را تفسیر بقرآن و اسلام کردہ اند چوں بحصول ایں امریں فرحت ماموراست۔ بحصول ولادت شریف کہ مبدا ایں امرین و منشاء حصول و منافع و نعیم دارین است بطریق اولویۃ مامور است و ادنی درجہ از فرحت بدخول ماہ رمضان نباشد کہ مؤمن ہمیں فرحت دریں ماہ اعطاء فقیراں و اطلاق اسیراں میکردند کہ موجب اظہار آثار فرحت و سرور باطعام عام و اکرام کرام انسب و اولیٰ است و موجب خوشنودی مولیٰ چوں ایں فرحت بدلالت نصّ حدیث و قرآن ثابت است، و منکران ایں معنی منکر اند۔ و العلم عند اللہ۔

و مشروعیت ایں فرحت و سرور عاماً فعاماً یعنی سال بسال کردن بحدیث "صحیح بخاری" و "مسلم" ابن حجر عسقلانی کہ حافظ احادیث بودہ بثبوت رسانیدہ نقل حدیث نمودہ کہ چوں آنحضرت ﷺ قدوم میمنت لزوم در مدینہ منورہ زادھا اللہ شرفاً و تعظیماً فرمود قوم یہود را یافتند کہ صوم عاشورہ می داشتند، پس آنحضرت ﷺ از آنہا پُرسید گفتند کہ ایں روز عاشورے روزے است کہ درآں خدائے تعالیٰ غرق کردہ فرعون را و نجات دادہ موسیٰ را علیٰ نبینا و علیہ الصلاۃ و السلام و مایاں روزہ میداریم شکر اللہ تعالیٰ۔ پس آں حضرت ﷺ فرمود انا اَحَقُّ بِمُوسیٰ یعنی مایان لائق تریم بموسیٰ کہ ایں شکرانہ بجا آریم۔

حافظ احادیث ابن حجر عسقلانی گوید کہ ازیں حدیث مستفاد آنست کہ شکر خدائے تعالیٰ برائے منّتے کہ روز مخصوص معین کردہ از اتیان نعمت و ارتفاع نعمت آں شکر بتکرار سال بسال جائز و مشروع است و انواع ادائے شکرانہ باقسام عبادت حاصل

میگرد د چناچہ سجود و صیام و قیام و قعود و تلاوت قرآن و أَیُّ نِعْمَۃٍ أَعْظَمُ مِنْ ظُهُوْرِ هٰذَا النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ السلام یعنی ، کدام نعمت اعظم تر است از وجود مسعود آں سرور صلی اللہ علیہ وسلم فی ذالک الیوم در ہمیں روز ولادت شریف کذافی "حسن المقصد" للامام سیوطی رحمہ ربہ۔

ثانیاً: کردن یازدہم غوث اعظم از باب اکرام ولی است لہ دیلمی از انس رضی اللہ عنہ حدیث قدسی آوردہ کہ حق تعالیٰ میفرماید: " مَنْ اَکْرَمَ لِیْ وَلِیّاً ہر کہ اکرام کند خالص برائے من کدام ولی را وَلَوْ بِقُصَیْبٍ یَّسْتَاكُ اگرچہ بشاخ درختے کہ بداں مسواک دادہ آید یعنی چیزے کہ از او انتفاع شود فَقَدْ وَجَبَتْ کَرَامَتُہٗ عَلَیَّ بدرستے کہ واجب شد اکرام اُو بر من ، وَ مَنْ وَجَبَتْ کَرَامَتُہ عَلَیَّ وکسے کہ واجب شد اکرام اُو بر من لَمْ اَرْضِ لَہٗ دُوْنَ الْجَنَّۃِ نہ راضی شوم برائے آں کس سوائے دادن بہشت۔ انتہیٰ

ایں حدیث شامل اکرامِ ولی است حَیّاً کَانَ اَوْ مَیِّتاً پس اگر ولی زندہ را اکرام کردہ بہ دادن چیزے منتفع یا از جانب ولی متوفی چیزے بفقراء دادہ اکرام آنکس بر خدائے تعالیٰ موجب وفائے وعدہ واجب شدہ وجزائے او جز جنت نباشد۔

و در "عقائد سنیہ" آوردہ قال علیہ الصلاۃ والسلام : اَنَّ الْحَیَّ اِذَا تَصَدَّقَ عَنِ الْمَیِّتِ فرمود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدرستے کہ زندہ اگر صدقہ از جانب میت اَوْ دَعَالَہٗ یا دعائے طلبید برائے حصول نجات یا رفعِ درجات میت بَعَثَ اللّٰہُ اِلَی الْمَیِّتِ بفرستد خدائے تعالیٰ بجانب آں میت ذَالِكَ عَلیٰ طَبَقٍ مِّنْ نُوْرٍ اجر آں دعائے را بر طبق کہ از نور باشد۔

وحدیث بریدہ رضی اللہ عنہ در باب صدقہ "مشکوۃ" صراحت دارد بر ادائے

صیام رمضان وحج کہ نیابت از جہتِ میت ماموروماذون است از آنسرور ﷺ ۔ شیخ محمد زرقانی در "شرح موطا" آورده: "وَقَدْ قَامَ الْاِجْمَاعُ عَلٰی انْتِفَاعِ الْمَيِّتِ بِصَدَقَةِ الْحَيِّ عَنْهُ وَكَفٰى بِهٖ حُجَّةٌ" وسال بسال تکرار تصدّق رامزاحمے نیست بلکہ موجب خیرات و رفعِ درجات است۔

امّا تعیّن تاریخ وصال سببے است مُعاون بر فعل الخیرات و ادائے صدقات باشد وبدون آں طول العمر در تسویف ماند کہ نتیجہ آں جز تاسیف نداند۔ والعلم عند اللہ۔

ثالثاً: ایں الفاظ گفتن کہ ایں طعام عرس حضرت رسول الثقلین ﷺ و طعام یازدہم شریف میباشد جائز است، زیراکہ در ولیمہ عرس ہرچند کہ طعام تصدّق برائے شکرانہءِ مُنعِمِ مطلق است لیکن باعث شکرانہ بدیں اضافۃ امتیاز میگردد آن نعمت ولادت شریف است۔ ومثال آں در لفظ یازدہم پیر کہ تصدّق برائے خدائے تعالیٰ است و منفعت برائے پیر۔ پس شکرانہ ایں نعمت از شکرانہءِ نعمتہائے دیگر ممتاز شُدہ و تصدّق برائے منفعت پیر از تصدّق برائے منفعت غیر امتیاز یافتہ۔

چناچہ مسجد ملایاں و مسجد ساداتاں بدیں اضافت از یک ممتاز و جدا معلوم میشوند۔ وَاِلَّا فَالْمَسَاجِدُ لِلّٰهِ تَعَالٰى لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى: ﴿وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰهِ﴾ وبیان اضافت ایں تمیز و جدائی۔ محمد زرقانی در باب مسابقۃ الخیل من الثنیۃ الی مسجد بنی زُرَیق آورده و گفتہ کہ: "وَاِضَافَةُ الْمَسْجِدِ اِلَيْهِمْ اِضَافَةُ تَمْيِيْزٍ لَا مِلْكٍ" ۔ انتہی یعنی، نسبت مسجد دریں جائے بسوئے بنی زریق کہ نام قبیلہ است از انصار نسبت تمیز است

نہ نسبت ملک کہ ملکیۃ احدے در مسجد نیست۔ انتہیٰ

چوں ہمیں ملحوظ نسبت مسجد بمخلوق کردن از حدیث معلوم شدہ نسبت طعار را بعرس ویازدہم کردن چہ مزحم است وکدام مانع است؟ وَلَیْسَ فَلَیْسَ خوردن ایں طعام مباح است وحلال، نہ کراہت نہ حرام۔

رابعا: چوں طعام ویازدہم حلال شدہ، معنٰی وَ مَا اُھِلَّ لِغَیْرِ اللّٰہِ محرم ایں طعام نہ گردد زیراکہ منصوص بداں ناطق است کہ ذابح بوقت ذبح کردن بسم اللہ نہ گوید وبجائے آں نام مخلوقے گیردو ذبح کند۔

چناچہ شیخ نور الحق دہلوی شارح بخاری در معنٰی آیۃ بیان فرمودہ: "﴿حُرِّمَتْ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَۃُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِیرِ وَمَا اُھِلَّ لِغَیْرِ اللّٰہِ بِہٖ﴾ یعنی، حرام کردہ شُدہ است بر شما مردار وخون مفسوح وگوشت خوک وچیزے کہ ذبح کردہ شُد بغیر نام خدا"۔ انتہیٰ

ودر "مدارک" آوردہ: وَمَا اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ یعنی، ذبح کردہ شُد بتہائے باسم غیر خدا چناچہ در جاہلیت باسم اللات والعزیٰ ذبح میکردند"۔

ودر ترکیب تسمیہ آوردہ کہ تقدیم بسم اللہ بر فعل مقدر یعنی اَذْبَحُ فائدہ تخصیص میدہد بمعنی آنکہ خاصہ باسم خدا ذبح میکنم نہ باسمِ غیر خدا، بخلاف رسم کفار کہ بوقت ذبح تخصیص میکردند باسمِ لات والعزیٰ فقط، ودر تخصیص غیر را گنجائش نیست کہ موجب تحریم گردد۔ والعلم عند اللہ۔

المسوئل الثالث:

بلفظ ندا پیغمبر علیہ السلام و اولیاء کرام خواندن کمثل "یارسول اللہ" و "یاغوث" درست مشروع است و یا نادرست و مکروہ و حرام است؟

المنقول:

معجم طبرانی در "اوسط" آوردہ وایں حدیث نقل کردہ: اِذَا اَرَادَ عَوْناً یعنی، شخصے را کہ مہم پیش آید و ارادہ طلب ہمراہی نماید فَلْیَقُلْ بہتر است کہ بگوید یَاعِبَادَ اللہِ اَعِیْنُوْنِیْ اے بندگانِ خدا! ہمراہی کندید بمن یَاعِبَادَ اللہِ اَعِیْنُوْنِیْ اے بندگانِ خدا! ہمراہی کندید بمن یَاعِبَادَ اللہِ اَعِیْنُوْنِیْ اے بندگانِ خدا! ہمراہی کندید بمن سہ بار چنیں طور بگوید تا مشکلش آسان گردد ذکرہ فی "الحصن الحصین"۔

مخفی نماید کہ این نداء برائے اعوان سلطنت باطنی است کہ مقرر بر تدبیرات ملکوت اند، چناچہ اعوان سلطنت ظاہری کہ متعینہ بر تدبیرات ملک اند وامرے کہ از جناب جلّ شانہٗ سلطانہ شرف صدور می باید بر طبق تدبیرات ملکوت تحت تدبیرات اعوان ملک ظہور می گیرد و ملہوفی کہ ابتداء می آید بحکم خدا اعوان ملکوت اعانت میکنند و اشیاء گم شدہ را ہم رد می نمایند چناچہ "معجم طبرانی" و "ابو یعلیٰ موصلی" و "ابن سنی" آوردہ کہ: اِذَا انْفَلَتَتْ دَابَّتُہٗ فَلْیُنَادِ اَعِیْنُوْنِیْ یَاعِبَادَ اللہِ یعنی، چوں بگریزد و گم شود حیوان چہارپائے کسے پس بہتر است کہ نداء کند بریں وجہ کہ ہمراہی کنید ای بندگانِ خدا! کمافی "الحصن الحصین"۔

الغرض کہ مقصود از نداء طلب متوجہ شدن مخاطب است بسوئے نداء کنندہ و

ایں نداء از روئے حقیقت بر حق تعالیٰ مجوز نیست چراکہ توجہ او تعالیٰ جلّ شانہُ علی الدّوام است ﴿ فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللهِ ﴾ (القرآن) چوں ایں جا حاجت طلبیدن توجہ نشدہ لاچار از روءِ مجاز بمعنی طلب اجابت باستعمال آوردہ کما فی "غایۃ التحقیق" و ندائے از روء حقیقت برائے توجہ غائبی کہ مستمع بود یا حضری کہ غیر ملتفت باشد معین و مقرر است اما غائبے کہ از استماع نداء بعید است او از دو امر خالی نباشد یا متحیری کہ مجرد برائے رفع تحیر بدوں رعایت طلب حصول توجہ منادی بنداء آید کما فی "المدارک" اَلْمُتَحَیِّرُ یَتَکَلَّمُ بِمَا یُفِیْدُ وَ بِمَا لَا یُفِیْدُ یعنی، مرد حیران کلامے گوید کہ فائدہ دہد یا ندہد کہ از رعایت کلام سود مند و بے سود مند فارغ است، یا شخصے کہ بطریق تجوز و استماع تشبہ دہد غائب را بحاضر و بعید را بالقریب و معقول را بمحسوس و جمادات و امثال آنرا بذوی الروح کہ ایں تشبہ کثیر الاستعمال در منقولات و معقولات ورود یافتہ، و احدے مزاحم آن نشدہ یا حضور منادی بصوریت مثالی یا عینی در مکشوف آید بارتفاع حجاب و ایں امر ثالث بدونِ کرامت صورت نہ بندد، چنانچہ قول عمر رضی اللہ عنہ در مدینہ در اثنائے خطبہ یَا سَارِیَۃُ ! اَلْجَبَلُ اَلْجَبَلُ کہ اے ساریہ ! لازم شو بجبل بجبل کہ ساریہ بجنگ در ملک یمن مشغول بود و ایں ندا بگوش اور سیدہ ہماوقت بکوہِ پشت دادہ فیروز شدہ۔

واما بدوں ایں مواضع و رعایات مدار جواز نداء بر صحۃ اعتقاد است، اعتقاد آن دارد کہ نداء من غائب را باستماع جلّ شانہُ میرسد و آں نیز بر دو وجہ است یا بواسطت ملک یا بدون توسط احدے، ایں قسم ندائے نیز جائز است، واما باعتقاد آنکہ ندائے من

مطلقاً بسمع منادی غائب میرسد اگرچہ بعید است غایۃ البعید ایں اعتقاد خلاف مشروع است و عین الحاد و العیاذ باللہ تعالیٰ وجملہ اہلِ اسلام ازایں اعتقاد اخیر بری اند، اِلَّا بِحُکْمِ نَدْرَۃٍ وَ لَا یُحْکَمُ بِالنَّدْرَۃِ پس حکم بمجرد تحریم نداء علی الاطلاق ایضاً نادر است لِاَنَّہٗ یُسِیءُ الظَّنَّ بِالْمُسْلِمِیْنَ۔

والسلام بندائے کہ در تشہد ورود یافتہ بطریق انشاء بگوید نہ بطریق اخبار کما فی "الدر المختار"، پس لفظ ندا پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام و اولیاء کرام را خواندن بر ایں وجوہِ مشروع درست و مشروع است نہ محرم و مکروہ۔

المسوٴل الرابع:

استمداد باولیاء کرام و انبیاء خواستن برائے حاجت روائی درست و مشروع است یا بدعت و مکروہ و حرام است، و قائل آں کافر باشد یا چہ طور؟

المنقول:

مشروعیت استمداد در ضمن منقول ثالث معلوم شد و مشروحاً آنکہ در "شرح مقاصد" آوردہ کہ: "ظاہر از قواعد اسلام آنست کہ روح را بعد از مفارقت جسد ادراکات جزئیات متجددہ و اطلاع ببعض جزئیات احوال احیاء می شود خصوصاً کہ میان میت و مردمانِ احیاء را در دارِ دنیا شناسائی باشد، ازیں سبب بزیارتِ قبور و استعانت بارواح اخیار و او کہ اہلِ برزخ اند نفع تمامی میرسد بابت حصولِ خیرات و رفع بلیلات"۔ انتہیٰ

در "بیاضِ واحدی" آوردہ: "کہ امام شافعی فرمود: قبر موسیٰ کاظم تریاق

مجرب است برائے اجابتِ دعاء"۔ و شیخ عبد الحق محدِّث دہلوی در "لمعات شرح مشکواۃ" آوردہ کہ: "پیدا شدہ اند دریں زمانہ یک فرقہ کہ منکر استمداد و استعانۃ از اولیاء اللہ تعالیٰ میباشد و نمیداند کہ اولیاء اللہ تعالیٰ ازیں دار فانی بدار جاودانی رسیدہ اند ھُمْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ وَلٰکِنْ لَّا یَشْعُرُوْنَ یعنی، زندہ میباشند اولیاء کرام در حضور پروردگار خود لیکن ایں فرقہ منکراں نمی دانند زندگانی باقیہ اوشانرا۔ و فرقہ کہ دریں زمانہ پیدا شدہ اند مشرک میگویند متوجہان اولیاء ر، او میگویند کہ متوجہانِ اولیاء کرام کعبدۃ الاصنام اند یعنی مثل پرستدگانِ بتہا اند، و میگویند آنچہ میگویند ﴿مَا لَھُمْ مِنْ عِلْمٍ﴾ نیست آن فرقہ را بایں معنیٰ دانستی ﴿اِنْ ھُمْ اِلَّا یَخْرُصُوْن﴾ نیستند آن فرقہ مگر کہ قیاسہائے میکنند باطل و خیالہائے می پزند عاطل"۔ انتہیٰ کلام الشیخ

مُؤلّف میگوید عجب است از منکرانِ استمداد اولیاء تعالیٰ و مقران بجواز استمداد از زندگانی در دارِ دنیا چہ مسلم وچہ کافر اعوانِ سلطنت ظاہری برائے مطالبِ دنیا بالوف عجز و انکسار استمداد می طلبند و یقین است کہ بدون صدور حکم الٰہی از ایشاں گوہر مقصود بدست نمی رسد مگر اولیاء متوفیٰ را بالقرب حاکم حقیقی مخصوص اند و اعوانِ سلطنت باطنی میباشند از زندگان ایں جہان عاجز میدانند باوجودیکہ مدار ظاہر بر باطن است مثلاً فعلے یا قولے کہ در باطن وجود نپذیر در ظاہر کجا ظہور گیرد درخت ظاہ اگر مدد از بیخہاے باطنی نباشد چہ طور بطراوت و تازگی آناً فاناً انتہائے انجامد۔ و اگر اہلِ وفات از اعمالِ ظاہری کہ متعلق بابدان است ا باطنی کہ متعلق بارواح است ہنوز انتفاع دارند اگر چناں نہ بود۔

بودے بولد صالح وانواع وقف و تعلّم علم بعد از موت منافع ایں اعمال جاریہ بدیشاں نرسیدے ورسیدن ایں منافع بصحاح حدیث ثبوت یافتہ بدیں سبب انکار منکراں مدفوع است چوں ملک وملکوت بقبضۂ قدرت است اگر ملکوت بملک رساند چہ عجب ومنافع ملکوت بملک رساند چہ عبرت است، لہذا استمداد باولیاء کرام وانبیاء خواستن درست و مشروع است ومحرم ایں استمداد محروم۔ والعلم عند اللہ تعالیٰ۔

المسوٴل الخامس:

ورد یَاشَیْخ عَبْدَ القَادِر جِیْلَانِیْ شَیْأً لِلّٰہِ و یَاغَوْثُ خواندن درست است و مباح ویانادرست ومکروہ وحرام؟

المنقول:

مراد ایں مسوٴل جواز ندائے واستمداد است وآں در منقول ثالث ورابع وضوح یافتہ حاجت بتطویل آنجا کہ کس است یک حرف بس است۔

المسوٴل السادس:

شفاعت برائے حضرت رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بروزِ محشر ثابت است یانہ، واذن شفاعت در دنیا حضرت علیہ الصلاۃ والسلام شدہ است یانہ؟ اگر حضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم برائے شفاعت مخصوص شدہ اند پس معنیٰ ایں آیۃ کریمہ چہ می شود ﴿مَنْ ذَا الَّذِی یَشْفَعُ عِنْدَہُ اِلَّا بِاِذْنِہٖ﴾ ﴿مَا مِنْ شَفِیْعٍ اِلَّا مِنْ بَعْدِ اِذْنِہٖ﴾ ﴿لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ﴾ ﴿وَلَا یَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰی وَھُمْ مِنْ خَشْیَتِہٖ مُشْفِقُوْنَ﴾؟

:

شفاعت مشتق از شفع است یعنی جفت، و اینجا مراد از آں جفت شدن بدیگرے برائے یاری و آں بر دو قسم است، برائے حصولِ نجات یا وصول درجات، و شفاعت عند اللہ بدون تضرع و دعائے صورت نہ بندد، و آں حضرت ﷺ بدیں شفاعت علی العموم در دنیا ماذون اند بلکہ مامور، و دلیل آں آیۃ کریمہ ﴿فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ﴾ ثابت است آمرزش خواہی مومنان عین شفاعت و یاری دادن و شفاعت کفار و منافقان نابکار غیر ماذون است کہ آیۃ قرآن ﴿اسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ﴾ بر عدم اذن برہان صادق است کہ شفاعت و یاری باستغفار در حق منافقاں مقبول نہ شدہ اگر ماذون بودے مقبول شدے، چوں معلوم شد کہ آں سرور ﷺ بشفاعت و یاری مومنان ماذون اند و بشفاعت کفار و منافقان غیر ماذون، پس آیۃ ﴿مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ﴾ و آیات دیگر فائدہ تہدید شدید برائے کسے کہ مرتکب شفاعت کفار فجار گردد و اگر ارتکاب کند موجب منفعت نشود۔

و مخفی نماند کہ نزول ایں آیات صریح رد است برائے دعائے کفار کہ بدعویٰ هٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ زعم باطل نموند، چوں ایں مقدمہ تمہید یافتہ پس تصریح شفاعت آنحضرت ﷺ برائے مومنان دنیا و عقبیٰ بنصوص احادیث بثبوت گرفتہ مروی است از ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ کہ آنحضرت ﷺ در نمازِ جنازہ ایں دعا خواندند۔ اللھمّ انتَ ربھا و انت خلقتھا و انت ھدیتھا الاسلام و انت قبضت روحھا و انت اعلم بسرھا و علانیتھا جئنا شفعاء فاغفر لہ، رواہ ابو داؤد، یعنی، آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم در دعاء جنازہ خواندہ کہ آمدہ ایم شفاعت خواہ یاری دہندہ ایں میت بدعائے مغفرت وایں صریح شفاعت بر اذن است و بدونِ اذن کدام را طاقت است کہ متصدی ایں امر گردد۔ و "مشکوٰۃ شریف" در باب سجود الشکر آوردہ مروی از سعد بن ابی وقاص کہ بیروں آمدیم برفاقت رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم از مکہ معظمہ بسوئے مدینہ منورہ چوں قریب شدیم بموضع غروزاء کہ میان مکہ مدینہ است نزول فرمود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پس دست مبارک برداشت و دعاء خواست یک ساعت بعد ازاں بسجود رفت مدت دراز بعد ازاں برخاست دست برداشت بعدہ بسجود رفت مدت دراز بعد ازاں برخاست و دست برداشت بعدہ بسجود رفت مدت دراز یعنی سہ ۳ بار دعا خواستند بعد از ہر بار سجدہ کردند بعد فرمودند اِنِّی سَأَلْتُ رَبِّیْ وَ شَفَعْتُ لِاُمَّتِیْ یعنی، دعا خواستم از پروردگار خود و شفاعت کردم برائے امت خود کہ جفت جمیع امت خود بیاری در محشر بمواضع ہولناک باشم چناچہ موضع محاسب و میزان و مجاورۃ صراط و نحو ذالک۔ پس دادہ مرا خدائے تعالیٰ سیوم حصہ امت نہ کہ باوشاں یاری دہم در موضع مخوف پس سجدہ کردم پروردگار خود از روئے شکرانہ پس دویم بار سر برداشتہ دعائے خواستم برائے امتِ خود، پس دادہ مرا سیوم حصہ امت دیگر من، پس سجدہ شکرانہ بجا آوردرم۔ باز سوال کردم سیوم بار برائے امت خود پس دادہ مرا سیوم حصہ اخیر امت من، باز سجدہ کردم بر تمامیت حصول مدعا۔

ایں حدیث نیز دلیل است بر شفاعت خواہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در دنیا برائے امت و قبولیت آں۔ وازیں حدیث معلوم شدہ منشور اذن شفاعت ایں امت در دنیا

بطفرائے قبولیت توقع یافتہ کہ ایں امت روز محشر برائے اجرائے شفاعت بحضرت ﷺ رجوع آرند وامم سابقہ اولاً رجوع بحضرت آدم تا بحضرت عیسیٰ علیہ السلام آرند هم انبیاء و رسل متصدی ایں امر نشوند امم را رجوع بسرور کائنات دہند کہ فتح بابِ شفاعت از آنحضرت ﷺ وقوع باید و بطفیل آنحضرت ﷺ انبیاء و رسل و اولیاء علماء در میدان شفاعت مسابقہ نمایند

شعر

نماند بعصیاں کسے در گرو

کہ دارد چنیں سید پیشرو

بعد از رجوع امم سابقہ آنحضرت ﷺ اُمتی اُمتی گویند گواہی می دہد بر شفاعت خواہی امم سابقہ کہ او شانرا منسوب بجناب خود فرمود، وایں خیر الامم در دنیا بقبولیت شفاعت حضرت ﷺ مبشر اند، مگر بشفاعتِ رفع درجات امید دوارند۔ والحمد للہ علی ذالک۔

المسوئل السابع:

چہار مذہب اہل سنت وجماعت یعنی حضرت امام اعظم، وامام مالک وامام شافعی وامام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بر حق وثابت اند یانہ؟ اگر بر حق وثابت اند ہر کسے کہ ازیں مذاہب انکار دارد وقبول نکند برائے او چہ حکم است؟ وعمل بر فقہ نمودن درست و مشروع و یا بدعت و نادُرست است؟ ہر کسیکہ از علم فقہ انکار دارد برائے اُو چہ حکم باید کرد وثبوت چہار مذاہب و علم فقہ بدلیل صحیحہ وقویہ مشروحاً بیان

فرمایند؟

المنقول:

چوں ہر مؤمن مامور باتباع سنّت آنسرور ﷺ است، و اتباع سنّت بدون اقتداء صحابہ رضی اللہ عنہم صورت نہ بندد۔ پس کمال آن بی کمال اقتفاء اخبار و آثار و معرفت صحت و سقم و ناسخ و منسوخ و احوال رواۃ و نحو ذالک کہ بدونِ آں بداں راہے بحصول نہ پیوند۔ و احدے از فقہاء و علماء الیٰ حال بفوقیت اجتہاد مطلق نرسیدہ، چناچہ ائمہ مذاہب اربعہ رسید اند کہ بتاسیس قوائد اصول و استنباط فروع از ادلّہ اربعہ یعنی کتاب اللہ و سنت رسول اللہ ﷺ و اجماع و قیاس متفرد زمانہ شدند۔

وایں طبقہ اولیٰ است از طبقات سبعہ تتمہ شش طبقات قوت تاسیس قواعد از ادلّہ اربعہ نداشتند۔ بعضے مجتہد در مذہب شُدند کہ احکام از ادلّہ اربعہ مطابق قواعد مذہب استخراج نمودند، و بعضے اجتہاد در مسائل غیر مروی از امام بکار برند، باقی چہار طبقہ اہل تقلید شُدند کہ قوت اجتہاد نداشتند، بعضے ازاں تخریج مسائل، و بعضے اصحاب ترجیح، و بعضے اہل تمیز، و بقیہ ایشاں بدرجہ تمیز ہم نرسیدند، بدوں جمع دیگر روایات ندیندند کمافی "تحفۃ الاخیار"، چوں فوقیت رتبہ ائمہ اربعہ بوضوح پیوست بر اہل اسلام خاص و عام اقتفاء ایشاں واجب گردیدہ باقتضائے حدیث: يَؤُمُّ الْقَوْمَ اَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ کہ اقتضائے ائمہ عین اقتضاء بصحابہ است رضی اللہ عنہم، وایں اقتداء عین اتباع بمحمّد رسول اللہ ﷺ، لانَّ الموصلَ الیٰ الموصلِ الی الشی موصل الیٰ ذالك۔ "تفسیر مدارک" در تفسیر آیۃ: ﴿وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ

اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ﴾ آوردہ کہ ''ھم الذین اتبعوھم بالایمان و الطاعۃ الیٰ یوم القیامۃ''. یعنی، تابعان صحابہ کرام کسانے اند کہ متابعت صحابہ ایمان و فرمان برداری نمایند تاروزِ قیامت پس متابعت اتم بدون تقلید مجتہدانِ مذہب متعذر است کہ بدونِ تقلید ایشاں نقصان لاچار است کہ احدی بدرجہء اجتہاد ایشاں نرسیدہ، واقطاب عالم کہ اعلم از زمان بودند ربقہ تقلید مذاہب از گردن نکشیند وبقرب مولیٰ رسیدند ایں گواہاں عادلہ بر احقیتِ مذاہب اربعہ برھان بین اند، واجماع علماء واولیاء وصلحاء امت بر اثبات ایں مذاہب منعقدہ گردیدہ در ''اصول الفقہ شاشی'' وغیرہ آوردہ کہ: ''اِجْمَاعُ ھٰذہ الامّۃِ بعدَ مَا تَوفّی رسولُ اللہِ ﷺ فی فروعِ الدّینِ حُجّۃٌ موجبٌ للعملِ بھا شرعاً کرامۃً لھٰذہ الامّۃِ''۔

یعنی اجماع ایں امت بعد وفات رسول کریم ﷺ در مسائل دین حجۃ است کہ عمل بر آں واجب است در شریعت۔

واجماع بر چہار قسم است، اول: اجماع الصحابۃ رضی اللہ عنہم بر حکم حادثۃ صریحاً، دویم: اجماع بنص بعض وسکوت باقیاں، سیوم: اجماع کسانے کہ بعد صحابہ باشند در حکمے کہ در آں قول سلف موجود نیست، چہارم: اجماع علیٰ احد اقول السلف۔ پس اول و دویم بمنزلہ آیۃ کتاب اللہ است و سیوم بمنزلہ حدیث مشہور است، چہارم بمنزلہ حدیثِ صحیحہ است ، و المُعتبرُ فی ھٰذہ البابِ اجماع اھل الرای و الاجتھادِ فلا یُعتبرُ بقولِ العوامِ و المتکلّمِ و المُحدِّث الّذی لا بصیرۃَ لہ فی اصولِ الفقہِ یعنی نہ اعتبار است بقول عوام و اہل کلام و محدثے کہ او را بینائی نباشد در اصول فقہ، اینجا عبارت

مترجم بتمامت رسیده۔

چون مذاہب اربعہ باجماع امت بعد الصحابۃ ثبوت یافتہ گویا بحدیث مشہور و صحیح بتحقیق رسیدہ پس منکر مذاہب و ثبوت آں منکر حدیث مشہور و صحیح است فَعَلَیْهِ مَا عَلَیْهِ۔ و امامان ہر چہار مذہب طالبانِ حق و صاحبان اجتہاد مطلق اند و علم فقہ ثمرۃ حدیث و قرآن است و مامور بہ است لِقَوْلِه تَعَالیٰ: ﴿لِیَتَفَقَّهُوا فِی الدِّیْنِ﴾، و بحدیث صحیح مرغوب است لِقَوْلِه ﷺ: مَنْ یُّرِدِ اللّٰه بِهٖ خَیْرًا یُّفَقِّهْهُ فِی الدِّیْنِ، پس علم عمل بر فقہ واجب است و منکرش کاذب، والعیاذ باللہ۔

علمِ فقہ چیست؟ فہمِ احکامِ قرآن و حدیث است، و آں موقوف بر چہار اقسام است، اول: فہم در وجوہ الفاظ: چناچہ ایں لفظ خاص است و ایں عام و ایں مُشترک و ایں مؤوّل، دویم: فہم در وجوہِ معانی: کہ متعلق بدان الفاظ است چناچہ ایں الفاظ ظاہر است و ایں نص و ایں مفسّر و ایں محکم و مقابل، ظاہر خفی است و مقابل نص مشکل، و مقابل مفسر مجمل، و مقابل محکم متشابہ، سیوم: فہم در وجوہ استعمال: ایں الفاظ چناچہ حقیقت و مجاز و صریح و کنایہ، چہارم فہم در وجوہ وقوف بر معانی ایں الفاظ چناچہ استدلال بعبارۃ النصّ و باشارۃ آں، و بدلالت النصّ و باقتضاء آں، و سوائے ایں چہار اقسام قسم پنجم است کہ مشتمل بر چہار اقسام، و آں معرفت مواضع اشتقاق و ترتیب راجح و مرجوح و معانی لغوی و شرعی و احکام قطعی و ظنّی و نحو ذالک، چوں علمِ فقہ زبدہ ایں اقسام است، عمل کردن بر آں کمالیت اسلام، و عمل اہل ظواہر سراسر ناقص و ناتمام۔ والعلم عند اللہ

المسوٴل الثامن:

دعا بوسیلہ نبی و ولی بلفظ "حق" کمثل "بِحَقِّ النَّبِیِّ" و "بِحَقِّ اَوْلِیَاءِ فلاں" خواستن دُرست است یا مکروہ و بدعت و حرام است؟

المنقول:

مجرّد توسّل نبی و ولی بدون وساطت کلمہ "بحق" مطلق مندوب است، در "حصن الحصین" آوردہ کہ: وَیَتَوَسَّلُ اِلَی اللّٰہِ بِاَنْبِیَاءِ وَالصَّالِحِیْنَ فَاِنَّہٗ عِبَادَۃٌ۔ انتہیٰ یعنی توسل گرفتہ شود بجناب باری تعالیٰ بانبیاء و صلحاء بندگان او۔

در "صحیح بخاری" آوردہ: اَللّٰھُمَّ اِنَّا کُنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّنَا بار خدایا! بدرستی کہ توسّل می گرفتیم بہ نبی خود ﷺ، فَسَقَیْتَنَا پس نوشانیدی مارا آب باراں، وَ اِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ بدرستی کہ توسّل می گرفتیم بجناب تو، بِعَمِّ نَبِیِّنَا بعم نبی خود، اَسْقِنَا پس نوشان مارا آب باراں، فَیُسْقَوْنَ پس نوشانیدہ شد آب باراں،

واما توسّل بوساطت کلمہ "بحق" در کتاب "در مختار" کراہت کردہ وگفتہ مکروہ است قول سائل بِحَقِّ رُسُلِکَ وَ اَنْبِیَائِکَ وَ اَوْلِیَائِکَ اَوْ بِحَقِّ الْبَیْتِ زیر آنکہ بر خالق حق مخلوق نیست۔ انتہیٰ

ودر "تفسیر مدارک" آوردہ: لَا یَجِبُ عَلَی اللّٰہِ شَیْئًا لِلْعَبْدِ یعنی، بر باری تعالیٰ واجب نیست چیزے برائے بندہ بخلاف عقیدہ اہل اعتزال کہ ثوابِ اعمالِ صالحہ بر جناب جلّ شانہٗ واجب می دانند۔ مخفی نیست کہ ایں کلمہ "بحق" محمول بر حقیقت است کہ واجب لعینہ نشد پس ہمیں اعتبار حکم کراہت دارد، واگر محمول بر مجاز کردہ شود

کہ واجب لغیرہ باشد بلا کراہت جائز است۔

چناچہ در قرآن است ﴿ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ ﴾ یعنی، واجب است بر مایاری مؤمنان از روئے استحقاق اُوشاں کہ یاری نکنیم نسبت جور بر صدق نپذیرد، پس ایں وجوب از سببِ ایفاء عہد است کہ خدائے تعالیٰ بفضل عمیم بر خود واجب کردہ ﴿ كَتَبَ اللّٰهُ لَأَغْلِبَنَّ أَنَا وَرُسُلِي ﴾ والّا نہ پس حق احدے بر جناب جلّ شانہٗ واجب نیست تَعَالَى اللّٰهُ عَمَّا يَتَوَهَّمُ الظَّالِمُوْنَ پس حق اُو تمدہ شد کہ عبارت از حق لغیرہ است نہ حق لعینہ کہ ایں محمول بر حقیقت است، و آں محمول بر مجاز وَلَا مَشَاحَةَ فِي الْمَجَازِ ازیں سبب آنحضرت ﷺ بوساطت کلمہ "بحق" دعاخواندہ۔

چناچہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی در کتاب "جذب القلوب" آوردہ کہ: آنحضرت ﷺ در قبر بنت اسد والدہ امیر المؤمنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ آمدہ فرمود "بِحَقِّ نَبِيِّكَ وَالْأَنْبِيَاءَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِ" ایں دلیل است بر صحت آوردن کلمہ "بحق" در توسّل بانبیاء و اولیاء۔ و در "کنز العبرۃ" آوردہ کہ: آنحضرت ﷺ فرمود اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْأَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ اَنْ لَا تُعَذِّبَ هٰذَا الْقَبْرِ، پس محمول بر مجاز از آنحضرت ﷺ متعارف مروی شدہ اگر ہمیں معنیٰ بتوسط کلمہ "بح" توسّل گرفتہ شود جائز و صحیح است۔ والعلم عند اللہ۔

المسوٴل التاسع:

ثواب طعام وغیرہ اشیاء مافی حلال بارواح مردگان میرسد یانہ؟ ورسانیدن ثوابِ آں بارواحِ اموات دُرست و مشروع است یا مکروہ و بدعت و حرام؟

المنقول:

در "بدائع" آوردہ: ہر کہ روزہ دارد یا نماز گذارد یا صدقہ دہد، و ثواب آں لِغیرِہٖ مِن الْاَمواتِ و الْاَحیاءِ بخشد جائز است و میرسد ثواب ایں اعمال ہماں اموات و احیاء عند اہل السنت والجماعت، و در "بحر الرائق" در باب حج آورہ کہ: ظاہر اطلاق علماء آنست کہ فرق نیست میاں فریضہ و نافلہ، اگر ثواب اینہا بخشد بدیگرے مردہ باشد خواہ زندہ صحیح می شود و میرسد، و آنرا لیکن ثواب فریضہ کہ بخشیدہ موجب ادائے یا قضائے آں فریضہ بر بخشندہ بار دیگر نیست کہ از ذمہ بخشندہ بمجرّد ادائے کردن آں فریضہ ساقط شُدہ، و السَّاقِطُ لَا یَعُوْدُ و ثواب بموہوب لہ رسید، زیرانکہ عدم ثواب مستلزم عدم سقوط نیست از ذمہ بخشندہ، وَلَمْ اَرُہٗ مَنْقُوْلاً۔ انتہیٰ

و در کتاب "عالمگیری" آوردہ کہ: انسان را جائز است کہ بخشد ثواب عمل خود رالغیر خود نماز باشد خواہ روزہ خواہ صدقہ خواہ غیر ایں اعمال، چناچہ حج و قراءۃ قرآن و اذکار و زیارت قبور انبیاء علیہم السلام و شہداء و اولیاء کرام و صالحان اولی الاحترام و تکفین اموات و جمیع انواع خیرات کذافی "غایۃ السروجی"۔

ھٰذہٖ غایۃُ الجوابِ، و اللّٰہُ تعالیٰ اعلم بالصَّوابِ

وَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی صَاحِبِ الشَّفَاعَۃِ وَ عَلَی الصَّحَابَۃِ وَ التَّبَاعَۃِ وَ عَلٰی اَھْلِ السُّنَّۃِ وَ الْجَمَاعَۃِ اَبَدَ الْاٰبِدِیْنَ، آمِیْن بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔

المصادر و المراجع

. أشعة اللّمعات، للإمام المحدّث عبد الحق الدّهلوي (ت ٥هـ)، مطبع نولشكور، بومبائي.

. أصول الشاشي، لنظام الدين الشاشي الحنفي، اعتناء و دراسة: د. ناجي إبراهيم السويد، دار الأرقم.

. بدائع الصّنائع في ترتيب الشّرائع، للإمام علاء الدّين أبي بكر بن مسعود الكاساني (ت ٥هـ)، تحقيق: الشيخ علي محمّد معوّض، دار الكتب العلمية، الطّبعة الأولىٰ: ٤هـ/ م.

٤. بحر الرّائق، للإمام زين الدّين بن إبراهيم المصري الحنفي (ت هـ)، تخريج: الشيخ زكريا عميرات، دار الكتب العلمية، الطّبعة الأولىٰ: ٤هـ/ م.

٥. بوستان، للشيخ مصلح الدين السعدي الشيرازي (ت ٦ هـ)، مطبوعه ايران.

٦. بياض الواحدي، للإمام الفقيه عبد الواحد السّيوستاني السندي الحنفي (ت ٤ هـ)، نسخة مصوّرة عند المحقق.

. بياض الهاشمي، لشيخ الإسلام محمّد هاشم التتوي السندي (ت ٤ هـ)، نسخة مصوّرة عند المحقّق.

. تحفة الأخيار شرح الدر المختار، للعلامة إبراهيم بن محمّد إبراهيم الحلبي الحنفي (ت ٥٦ هـ)، نسخة مصوّرة عند المحقّق.

. تخريج كتاب الأربعين في التصوّف للسلمي، للحافظ محمّد بن عبد الرحمٰن السخاوي (ت هـ)، تحقيق: علي حسن علي عبد الحميد، المكتب الاسلامي، بيروت، الطّبعة الأولىٰ: ٤ هـ/ م.

. تفسير البيضاوي، للإمام أبي الخير عبد الله بن عمر البيضاوي (ت ٦هـ)، دار إحياء التّراث العربي، الطّبعة الأولىٰ: ٤هـ/ م.

. تفسير مدارک التّنزيل و حقائق التأويل، للإمام أبي البركات محمد بن أحمد النّسفي (ت هـ)، تحقيق: سيّد ذكريا، مكتبة نزار المصطفىٰ الباز.

. تيسير القاري شرح صحيح البخاري، للشيخ نور أحمد الدهلوي، مطبع بومبائي.

. جذب القلوب إلى ديار المحبوب، للإمام المحدّث عبد الحق الدّهلوي (ت ٥هـ)، مطبع بومبائي.

٤. حصن الحصين، للشيخ شمس الدين محمّد بن محمّد الجزري (ت ، دار البشائر الإسلامية، م.

٥. حسن المقصد في عمل المولد، للإمام جلال الدين السيوطي الشافعي (ت هـ)، تحقيق: مصطفىٰ عبد القادر عطا، دار الكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولىٰ:٥٤ هـ/ ٥م.

٦. خزانة الروايات، للقاضي جكن الهندي الحنفي، نسخة مصوّرة عند مكتبة لجمعيّت إشاعة أهل السّنة، كراتشي.

. الدّر المختار، للإمام محمّد بن علي الحصكفي الحنفي (ت هـ)، تحقيق: عبد المنعم خليل إبراهيم، دار الكتب العلمية، الطّبعة الأولىٰ: ٤هـ/ م.

. دلائل النّبوّة، للحافظ أبي نعيم أصبهاني (ت ٤هـ)، المكتبة العصرية، الطّبعة الأولىٰ: ٤هـ/ م.

. سنن أبي داؤد، للإمام الحافظ أبي داؤد سليمان بن أشعث السجستاني (ت ٥ هـ)، تحقيق: شعيب الأرنؤوط، دار الرسالة العالمية، الطّبعة الأولىٰ: ٤ هـ/ م.

. سنن الترمذي، للإمام الحافظ أبي عيسىٰ محمّد بن عيسىٰ الترمذي (ت هـ)، تحقيق: د. بشار عواد معروف، دار الغرب الإسلامي، الطبعة الأولىٰ: ٦م.

. شرح الزرقاني علىٰ الموطأ، للعلامة محمّد بن عبد الباقي الزّرقاني (ت هـ)، دار الكتب العلمية.

. شرح المقاصد، للإمام مسعود بن عمر الشهير بـ سعد الدين التفتازاني (ت هـ)، تحقيق: د. عبد الرحمٰن عميرة، عالم الكتب، الطبعة الثانية: ٤هـ/ م.

. صحيح البخاري، للإمام أبي عبد الله محمّد بن إسماعيل البخاري (ت ٥٦ هـ)، دار ابن كثير، بيروت، الطبعة الأولیٰ: ٤ هـ/ م.

٤. عقائد السّنية، للعلامة المحدّث المفسّر عثمان بن عيسیٰ صديقى حنفى (ت هـ)، مطبوعة بومبائي.

٥. عمل اليوم و الليلة، للحافظ أحمد بن محمّد المعروف بابن السّني (ت ٦٤هـ)، تحقيق: أبو محمد عبد الرحمٰن، دار القبلة.

٦. فتاوى الهنديّة، العلّامة الشيخ نظام الدّين و جماعة من علماءِ الهند، دار المعرفة، الطّبعة الثّالثة: هـ/ م.

. فردوس الأخبار، للحافظ شيرويه بن شهردار الدّيلمي (ت ٥هـ)، دار الفكر، الطّبعة الأولیٰ: ٤هـ/ م.

. كشف الظنون، لحاجي خليفة، دار إحياء التراث العربي، بيروت.

. المتانة في مرمة الخزانة، للإمام المخدوم محمّد جعفر بن العلامة عبد الكريم السّندي، تحقيق: أبو سعيد غلام مصطفیٰ القاسمي، لجنة إحياء الأدب، السند.

. مسند أبي يعلى، للإمام أبي يعلي أحمد بن علي الموصلي (ت هـ)، تحقيق: الشيخ منير مامون شيحا، دار المعرفة، الطّبعة الأولىٰ: ٤٦هـ/ ٥م.

. مسند البزار، للحافظ أبي بكر أحمد بن عمرو البزار (ت هـ)، تحقيق: صبري بن عبد الخالق، مكتبة العلوم و الحكم، الطّبعة الأولىٰ: ٤هـ/ م.

. مشكاة المصابيح، للإمام أبي عبد الله محمّد بن عبد الله التّبريزي (ت٤هـ)، تحقيق: محمّد ناصر الدين الألباني، المكتب الإسلامي، بيروت، الطّبعة الثانية: هـ/ م.

. المصنف لابن أبي شيبة، للحافظ أبي بكر عبد الله بن محمّد بن أبي شيبة (ت ٥هـ)، تحقيق: محمّد عوّامة، المجلس العلمي، الطّبعة الأولىٰ: ٤هـ/ ٦م.

٤. المعجم الأوسط، للإمام الحافظ أبو القاسم سليمان بن أحمد الطّبراني (ت ٦هـ)، دار الكتب العلمية، الطّبعة الأولىٰ: ٤هـ/ م.

٥. مواهب اللدنيّة، للإمام أحمد بن محمّد العسقلاني (ت هـ)، دار الكتب العلمية، الطّبعة الأولىٰ: ٤٦هـ/ ٦م.

٦. هدية العارفين، للعلامة إسماعيل باشا البغدادي، دار إحياء التراث العربي، بيروت.

جمعیّت اشاعتِ اہلسنّت پاکستان کی سرگرمیاں

مدارس حفظ و ناظرہ

جمعیّت اشاعتِ اہلسنّت پاکستان

کے تحت صبح ورات کو حفظ وناظرہ کے مختلف مدارس لگائے جاتے ہیں جہاں قرآن پاک حفظ وناظرہ کی مفت تعلیم دی جاتی ہے۔

درس نظامی

جمعیّت اشاعتِ اہلسنّت پاکستان

کے تحت صبح اور رات کے اوقات میں ماہر اساتذہ کی زیرنگرانی درس نظامی کی کلاسیں لگائی جاتی ہیں۔

دارالافتاء

جمعیّت اشاعتِ اہلسنّت پاکستان

کے تحت مسلمانوں کے روزمرّہ کے مسائل میں دینی رہنمائی کے لئے عرصہ دراز سے دارالافتاء بھی قائم ہے۔

مفت سلسلہ اشاعت

جمعیّت اشاعتِ اہلسنّت پاکستان

کے تحت ایک مفت اشاعت کا سلسلہ بھی شروع ہے جس کے تحت ہر ماہ مقتدر علماء اہلسنّت کی کتابیں مفت شائع کر کے تقسیم کی جاتی ہے۔ خواہش مند حضرات نور مسجد سے رابطہ کریں۔

ہفتہ واری اجتماع

جمعیّت اشاعتِ اہلسنّت پاکستان

کے زیرِ اہتمام نور مسجد کاغذی بازار میں ہر پیر کو رات بعد نماز عشاء فوراً ایک اجتماع منعقد ہوتا ہے جس میں مختلف علماء کرام مختلف موضوعات پر خطاب فرماتے ہیں۔

کتب و کیسٹ لائبریری

جمعیّت اشاعتِ اہلسنّت پاکستان

کے تحت ایک لائبریری بھی قائم ہے جس میں مختلف علماء اہلسنّت کی کتابیں مطالعہ کے لئے اور کیسٹیں سماعت کے لئے مفت فراہم کی جاتی ہیں۔ خواہش مند حضرات رابطہ فرمائیں۔

روحانی پروگرام

تسکینِ روح اور تقویت ایمان کے لئے شرکت کریں

ہر شبِ جمعہ نمازِ تہجد اور ہر اتوار عصر تا مغرب ختم قادریہ اور خصوصی دعا